ISSN 2393-882X
Date of Publishing : 28-8-2026, Date of Posting 1-15-9-2026

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Rs. 7/-

مسلکِ اہلِ حدیث کا داعی اور مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ہند کا نقیب

پندرہ روزہ ترجمان دہلی

جریدہ

خداپرستی اور نیک عملی

خدا پر، خدا کے فرشتوں پر، خدا کی کتابوں پر، خدا کے تمام رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنا سچا اور کامل ایمان ہے۔ خدا کی ہستی، اس کی وحدانیت، اس کی صفات اور آخرت دین کے بنیادی حقائق ہیں۔

خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں روزی دیتے ہیں، انھیں بھی دیں گے۔ بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، کھلے طور پر ہوں یا چھپی ہوں۔ کسی جان کو قتل نہ کرو جسے خدا نے حرام ٹھہرادیا ہے۔ یتیموں کے مال کی طرف نہ بڑھو۔ جب کبھی کوئی بات کہو، انصاف کی کہو۔ اگرچہ معاملہ اپنے قرابت دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ اللہ کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا ہے، اسے پورا کرو۔

خداپرستی اور نیک عملی کی یہی راہ میری (خدا کی) ٹھہرائی ہوئی سیدھی راہ ہے۔ اسی پر چلو، اور راہوں پر نہ چلو کہ خدا کی راہ سے بھٹکا کر تمہیں تتر بتر کردیں۔

جو کوئی اللہ کے حضور نیکی لائے گا تو اس کے لیے اس عمل نیک سے دس گنا زیادہ ثواب ہوگا اور جو کوئی برائی لائے گا تو اس کے بدلے میں اتنی ہی سزا پائے گا۔ مجھے تو میرے پروردگار نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، وہی درست اور صحیح دین ہے، ابراہیم کا طریقہ کہ ایک خدا کے لیے ہو جانا میری نماز، میرا حج، میرا جینا، میرا مرنا صرف اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں خدا کے فرماں برداروں میں پہلا فرمانبردار (یعنی مسلم) ہوں۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ۔ ص ۱۱۲، ۱۱۳)

درس حدیث

قرآن قوموں کی بلندی وپستی کا معیار

محمد اظہر مدنی

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین''(صحیح مسلم/ح ۸۱۷، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم ...... کتاب فضائل القرآن وما یتعلق بہ)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآن کریم) کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کو بلندیاں عطا فرمائے گا اور کچھ لوگوں کو اسی کی وجہ سے ذلیل وخوار کرے گا۔

تشریح: قرآن کریم منزل من اللہ غیر متبدل کتاب ہے۔ یہی وہ آخری آسمانی کتاب ہے جس کو آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ اس کی بابت قرآن نے کہا کہ'' ذالک الکتاب لا ریب فیہ'' یہی وہ کتاب ہے، جس میں ادنیٰ شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اوپر جو حدیث نبوی نقل کی گئی ہے اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب مقدس کے ذریعہ کچھ لوگوں کو رفعت وبلندی عطا فرمائے گا جب کہ وہ اس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو قعر مذلت میں گرنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ اس حدیث نبوی پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ اس کتاب الٰہی کا نزول عربوں کے جس معاشرہ میں ہوا تھا وہاں کے انسانوں کی دینی، سماجی وتہذیبی حالت کس قدر پست اور انسانیت کے معیار سے گری ہوئی تھی۔ وہاں کے لوگ تقریباً تمام سماجی برائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ شرم اور عار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، سود کھانا، یتیموں کا مال ہڑپنا، کمزوروں کو ستانا، تاجروں کو لوٹ لینا، رہزنی وقزاقی کو بطور پیشہ اختیار کرنا، ربِ واحد کو چھوڑ کر سینکڑوں بتوں کی پرستش کرنا اور اپنے آباواجداد کی مذہبی تقلید پر فخر محسوس کرنا نیز جوا، قمار بازی، شراب نوشی اور زنا کاری وغیرہ اسی معاشرہ میں پائی جانے والی اہم برائیاں تھیں۔ ہر خاص وعام ان لعنتوں میں مبتلا تھا۔ پھر اچانک رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے رب کریم نے اپنی آخری کتاب ہدایت اپنے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرنی شروع کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کتاب ہدایت کی انسانیت نواز روشن تعلیمات نے ان بدقماش وغیر مہذب عربوں کی زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ انسانی تہذیب کی پستی میں گرے ہوئے ان عربوں نے جب اس کتاب ہدایت کو گلے سے لگایا اور اپنی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالنا شروع کیا تو وہ اس وقت کی تمام متمدن قوموں کے امام اور انسانیت کے ہادی ورہنما بن گئے۔ قرآن کریم کی لازوال تعلیمات نے ان غیر متمدن عربوں کو جو رفعت وبلندی عطا کی اس کی داستان دل پذیر سیرت وتاریخ کی کتابوں میں سنہری حروف میں درج ہے۔ صحابہ کرام کی پاکیزہ جماعت سب سے پہلے اس آخری آسمانی کتاب قرآن کریم پر ایمان لائی تھی اور اللہ نے ان کو اس کتاب ہدایت کے ذریعہ جو سربلندی عطا کی وہ ہم سب پر عیاں ہے۔

آج صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج بھی مسلمانوں کے پاس وہی کتاب ہدایت بغیر کسی تحریف وتبدیلی کے موجود ہے لیکن آج کے مسلمان اس کتاب ہدایت کے ہوتے ہوئے بھی ذلت وپستی کے جس گڑھے میں گرا ہوا ہے اس سے ہم سبھی واقف ہیں۔ آج کا مسلمان بھی اگر سچا مومن بن جائے اور قرآن کی لازوال تعلیمات پر ایمانداری کے ساتھ عمل کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اقوام عالم کے درمیان اپنی عظمت رفتہ اور رفعت گم گشتہ کو دوبارہ حاصل کرے۔ شرط بس وہی ہے کہ وہ اپنے رب کے قائم کردہ معیار کے مطابق عقیدہ اور کردار وعمل ہر اعتبار سے سچا پکا مومن ہو، رب کائنات کا اعلان بھی تو یہی ہے کہ'' وانتم الاعلون ان کنتم مومنین''(تم ہی سربلند رہوگے اگر تم مومن ہو)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر آیات قرآنی پر غور وفکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور نبی کریم کی پوری زندگی اسی کتاب عظیم کی عملی تعبیر وتفسیر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص۔۲۹) یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔

رسول کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ بکثرت اس پہلو پر توجہ فرماتے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو یہی کتاب تمہارے لئے سربلندی اور اقبال مندی کا ذریعہ بنے گی۔ لیکن افسوس وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا اور رسول اللہ ﷺ کہیں گے کہ اے میرے رب! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے والا اور اس کو سربلندی اور اقبال مندی کا ذریعہ بنادے۔ آمین وصلی اللہ علی النبی الکریم۔ ☆☆

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

دین واخلاق کا فقدان - دنیا وآخرت کا نقصان

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو خرابی بسیار کے باوجود اب بھی الحمدللہ آج بھی بہت سی جگہوں، گھروں اور خاندانوں میں دین واخلاق باقی ہے اور بہت کچھ کھودینے کے بعد اب بھی بہت کچھ بچا ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان باقیماندہ دینیات واخلاقیات کی ہر سطح پر حفاظت کی جائے، اس جنس گراں مایہ کی قدروقیمت پہچانی جائے، اس کے لئے ہر طرح کا جتن کیا جائے اور جو کچھ اخلاق ومروت اور انسانیت ہم سے چھن گئی ہے اس کی بازیافت کی کوشش کی جائے تاکہ ہم عظمتِ رفتہ واپس لاسکیں اور باعزت اور بابرکت زندگی گزارسکیں۔

دنیا میں بہت سی مہذب ومتمدن قومیں رہی ہیں جن کو دنیا نے مانا بھی اور خود انہوں نے اپنی محنت، اخلاص اور حکمت وہمت سے انہیں پروان بھی چڑھایا ہے اور ان کے ثمرات وبرکات سے مستفید بھی ہوئی ہیں اور ان کے فیوض وبرکات سے امت اور انسانیت دیر تک مستفید ومستفیض ہوتی رہی ہے۔ اس حقیقت کا آپ بہت گہرائی سے جائزہ لیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ایسی قوموں کی کامیابی اور کارناموں کے پیچھے ان کے دین وایمان کا بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ دین ہی ایک ایسی چیز ہے جو حقیقت میں انسان کو کچھ کر گزرنے کا صحیح جذبہ وحوصلہ عطا کرتا ہے۔ خود غرضی، وقتی لذت اور نام ونمود کے لیے سرکشی سے بچاتا ہے۔ کبر وغرور جو اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس سے انسان محفوظ رہتا ہے اور حالات ومشکلات سے گھبرانے، اکتانے اور راہِ فرار اور پسپائی اختیار کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ یہ بات سب سے زیادہ مؤثر اور بہتر طور پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کے اصلی پیروکاروں میں نظر آتی ہے۔ خصوصاً دینداروں کے یہاں۔ وہ دیگر بہت ساری خوبیاں جو اس کام کے کرنے کے لئے ضروری ہیں، سے متصف ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض سمجھ کر اور اس کے سامنے جوابدہی کی نیت اور جذبے سے اسے انجام دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں نتائج پر نظر ہونے کے بجائے اپنے فرائض کی ادائیگی اور اپنے رب کی نظروں میں سرخروئی مطلوب

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
مولانا محمد خورشید عالم
مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مولانا شہاب الدین مدنی، ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی، مولانا طہ سعید خالد مدنی، مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
تربیت وگہوارۂ تربیت ۷
فتنوں کے دور میں اسلاف کا طرزِ عمل ۱۰
فارم مسابقہ بائیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم ۱۵
بچیوں کی نظموں، تقاریر اور تلاوت کو سوشل میڈیا پر نشر... ۱۶
اسلام کے تعارف میں مصنوعی ذہانت کا کردار ۱۸
صلہ رحمی ۲۲
مولانا عبیدالرحمٰن وفا صدیقی صاحب رحمہ اللہ کا مختصر سوانح ۲۵
عظیم الشان قومی سمپوزیم کا انعقاد: رپورٹ ۲۷
جماعتی خبریں ۳۰
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۳۱
بائیسواں کل ہند مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم (اشتہار) ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ـــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

ہوتی ہے۔ نہ کہ مالِ غنیمت اور کشور کشائی۔ دراصل استقامت، استقلال اور ثابت قدمی کا اس سے بڑا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

دنیوی زندگی میں کبھی کبھار عصبیت کام آجاتی ہے اور ردعمل کبھی جذبہ وحوصلہ کو جلد بڑھا دیتا ہے، فخر ومباہات اور ریا وسمعہ بھی انسان کو کچھ کرنے اور مرنے پر آمادہ کردیتا ہے اور کبھی کبھی واہ واہی بھی مل جاتی ہے، مگر یہ سب شاخ نازک پر بنے ہوئے آشیانے ہیں، کھوکھلی تہذیب کے شاخسانے ہیں اور بے ضمیر قوموں کے فسانے ہیں، جو چمکتے نظر تو آسکتے ہیں مگر ہمیشہ نہیں، سب سونا نہیں ہوسکتے۔ ایک نہ ایک دن قلعی کھلنی ہی ہے۔

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل و دانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

اور ایک مؤمن کے لئے نیکیوں کا پہاڑ اور حسنات کا انبار کیوں نہ ہو، ''ھباء منثورا'' ہے بلکہ ویل اور جہنم کا کنواں اور آگ کا الاؤ ہے۔

اسلام نے جو اعلیٰ اخلاق اور ایمان سکھایا تھا اس کے فقدان سے صرف تہذیب نو اور جدید تمدن نے جو خطرناک اور زہرناک ماحول بنایا ہے، اس نے دنیا کو ترقی ضرور دی، بیدار کیا، پھر اپنی بے ثباتی اور زوال وپستی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ کسی نے یہ لطیفہ سنایا کہ ایک مسجد سے چپلوں اور دیگر چیزوں کی چوری پر بارہا اعلان ہوا کہ لوگو! اللہ جل شانہ دیکھ رہا ہے، چوری سے بچو، اور عذاب وعقاب سے چھٹکارا حاصل کرو، بارہا اعلان، تقریر، تنبیہ اور وعظ ونصیحت کے بعد بھی چوری نہیں رکی، مگر جونہی اعلان ہوا کہ آپ سب سی سی ٹی وی کیمرے کی نگرانی میں ہو، اس لئے چوری نہ کرو تو لوگ فوراً چوکنا ہوگئے اور ایک بھی چوری کی واردات رونما نہیں ہوئی۔ جس سے پتہ لگا کہ لوگ اپنے رب حقیقی اور ابدی ویقینی پر کتنا یقین رکھتے ہیں؟ اور اس کے برخلاف کیمرہ جو انسانی تصرفات سے بھی محفوظ نہیں اس پر کس قدر بھروسہ ہے؟ دین وایمان کا نام لینے والے بھی اپنا جائزہ لیں اور دنیا کو سب کچھ سمجھ کر اسی پر مرنے والے بھی اس سے بھی خطرناک اور یقینی کیمرہ ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَه وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَه﴾ کا منظر سامنے رکھیں۔ ﴿مَالِ هَـذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَلَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِراً وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدا اور إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبا﴾ کو حاضر دماغ رکھیں۔ یہ غیبیات نہیں ہیں۔ فی زمانہ جب مہلک بیماریوں، آفتوں کے سیلاب اور جنگ وجدل کے منڈلاتے بادل سے دنیا پریشان ہے اور بہت سے خطوں میں مظلوموں، بے قصوروں اور تہی دستوں کے خلاف آتشیں کھیل بے دریغ کھیلے جارہے ہیں، ایسے میں عزت وناموس کی وہ تقدس مآبی اور عصمت وعفت کی وہ تعلیم وتصور جو دین عطا کرتا ہے اسے مت چھوڑو کہ وہ بہت خاص بات ہے، بلکہ وہی مطلوب ومقصود ہے۔ دنیا جو ڈھیر ساری بے حیائیوں، بے پردگیوں اور قباحتوں کے باوجود عصمت وعفت کو سرِ بازار آزادیِ نسواں کے نام پر مردوزن کے اختلاط، شہوات صدیقات (گرل فرینڈ) اور متخذات اخدان بنانے جیسی بے شمار بے حیائی اور برائی کے راستے کھول رکھی ہے۔ ساتھ ہی زنا بالجبر اور بلاتکاری پر دنیا بلاوجہ ٹسوے بہا رہی ہے۔ اور اس اخلاق باختگی، ظلم وزیادتی، فحاشی اور زور وزبردستی کو عدم رضامندی پر محمول کیا جاتا ہے، ورنہ ان میں سے مذکورہ بالا کوئی بھی بات لائق ذکر اور قابل مواخذہ نہیں، وہ صرف زنا برضا ورغبت نہ ہونے کی وجہ سے وہ جرم ہے ظلم ہے اور عورت کے ساتھ زیادتی ہے۔ گویا کہ دنیا میں کوئی برائی برائی نہیں اگر رضامندی سے ہے۔ واہ رے تہذیب نو اور اس کی کارفرمائیاں!

یہ بات بطور مثال عرض کردی گئی، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دین کو گھر اور دل سے دیش نکالا دینے کے بعد نہ بڑوں کی عزت باقی ہے نہ والدین کی، نہ حکام کی، نہ امام کی، نہ چھوٹے کی اور نہ بڑے کی۔ رہ گئی انسانی ہمدردی اور انسانیت نوازی تو وہ تہذیب نو میں ایک نئی چیز اور عنقاء مغرب ہے۔ ورنہ یہ کیا ہے کہ ایک ملک کے چھوٹے، بڑے، بچے اور عورتیں دنیا کی بدترین ظلم وستم کا شکار ہورہے ہیں۔ اور مہذب دنیا یہ کر بھی رہی ہے اور کرا بھی رہی ہے اور اس پر سیاست کا کھیل کھیل رہی ہے۔ غزہ کے خونچکاں حالات اور لرزہ خیز واقعات دیکھیں گے تو خون کے آنسو روئیں گے۔ لیکن وہاں کا اب کوئی نام نہیں لے رہا ہے۔ نہ بڑے نہ چھوٹے نہ اپنے نہ پرائے۔ سارے گولے اسلامی دنیا پر برسائے جارہے ہیں اور جو ڈرامہ فلسطین وغزہ میں سین کیا گیا اور جن مظلوموں معصوموں اور جن کے گھر بار اور مقدسات کے بارے میں نعرے لگائے گئے تھے وہ تقریباً ان تمام معاہدات، اجتماعات اور مصالحتوں سے خالی ہیں۔ بلکہ نسیاً منسیا ہوگئے ہیں۔ ذرا غور کرو اور کھوکھلے نعروں اور بلند بانگ دعوؤں کے پیچھے مت بھاگو، ہر سطح پر ایمان اور اخلاص کو بروئے کار لاؤ، اور اخلاق کا اعلیٰ معیار قائم رکھو۔ خاص طور پر یہ کام مسلمانوں اور موحدین کے کرنے کے ہیں۔ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہی ایمان قبول کیا، اس کے علاوہ ان کو دنیا کی کوئی چیز مطلوب نہ تھی، اس کے علاوہ ان کا کوئی اثاثہ اور متاع تھا بھی

نہیں اور انہی بنیادوں پر اعمال میں برکت ہوتی ہے۔

مجموعی طور پر مسلمان ان دونوں خوبیوں اور باتوں سے عاری، خالی اور تہی دست ہو چکا ہے۔ اخلاق ومروت، حسن سلوک، رحم دلی، انسانیت نوازی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی بنیاد یعنی دین سے کوسوں دور ہوتا چلا جارہا ہے۔ دین جو اصل تھا وہی غائب ہے، قوموں کی اخلاقی قوت، تہذیبی عظمت اور روایتی حکمت بھی اسے زندہ رکھنے کے لئے سہارا اور طاقت بنتی ہے۔ جیسا کہ یورپ، امریکہ اور ترقی یافتہ اقوام کے یہاں انسانیت، مساوات، انسانی حقوق، حقوق نسواں، حقوق اطفال، حقوق حیوانات، جمادات، نباتات، بہت سے حالات ومعاملات، سائنسی ایجادات، علوم ارضیات وفلکیات، جنگلات اور انہار وبحار سے متعلق بے شمار معلومات اور انکشافات بلکہ ان بڑی بڑی مخلوقات کو چھوڑ وذرات اور چھوٹی سے چھوٹی مخلوق کے خواص وقوام اور ان کی خاصیت اور ان سب کا تحلیل وتجزیہ نے انسان کو انتہائی درجے محتاط بنا رکھا ہے جس کی پاداش میں وہاں لادینیت ہونے کے باوجود بہت سی مہلکات سے بچنے کا جتن پوری محنت اور لگن سے کررہے ہیں، اس لئے وہاں لگتا ہے کہ انسانیت زندہ ہے، حقوق محفوظ ہیں، اخلاق ومروت کوئی چیز ہے۔ گرچہ دین کے بغیر یہ چیزیں بھی شاخ نازک پر آشیانے بنانے کے مترادف ہیں، جو بالکل ناپائیدار ہیں۔ مگر مسلمان تو دین سے دور ہونے کے بعد اور علم نہ ہونے کی وجہ سے ان اخلاقیات، حقوق ومعاملات وغیرہ وغیرہ سے عاری ہے، کیونکہ نہ وازع دینی ہے، نہ سلطانی، نہ علمی، الامن رحم ربی۔

نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

والی کیفیت اور حقیقت امت کی بنتی چلی جارہی ہے اور اب وہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی قبر کھود رہی ہے۔ دراصل یہ وہ جزا وسزا اور عقاب ہے جسے اس نے بحیثیت خیر امت کے اقوام عالم کے حقوق غصب اور ضائع کردیے ہیں اور جو کچھ بچا کھچا نظر آرہا ہے وہ دین سے محروم رکھی گئی اقوام عالم کو اللہ تعالی کی طرف سے دنیا میں دی گئی مہلت اور سہولت ہے۔

جہاں تک انتقام اور عقاب کا سوال ہے ابھی امت کے ہر فرد کا حساب باقی ہے اور شاید یوم الحساب اس کی جواب دہی اور اس کی سزا اور زیادہ کٹھن اور سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو امت اور انسانیت کے تئیں اپنا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمادیں۔

اخلاقی پستی کا شکار قریش اور اقوام عالم کو جب دین اسلام کی تعلیمات ملیں، ایک خالق ومالک، رب اور رحمٰن ورحیم پر ایمان کا انعام ملا، تقویٰ، خشیت اور رحمت ونعمت ملی اور امید وبیم اور خوف ورجاء دلوں میں پیدا ہوا تو مسلمان معلم اخلاق بن گئے۔ حساب وکتاب اور اللہ تعالیٰ کے اجر وثواب اور عذاب وعقاب کا علم اور امتحان ہوا تو وہ سب سے اعلیٰ واکرم قرار پائے، اور اقوام عالم کے لئے رحمت وسلامتی کی علامت اور ان کے محسن اور کرم فرما بن گئے، حقوق اللہ وحقوق العباد کے پاسباں، ساری مخلوقات کے لئے رحمت اور ان کے حقوق اور بقاء ووجود کے ضامن بن گئے۔ آج امت کو اپنا وہی بھولا ہوا سبق اسی اخلاص وللّٰہیت، جذبۂ صادق اور قلب سلیم سے یاد کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی کوششیں ہوں گی بے ثمر ہوں گی، ناپائیدار اور وقتی، جذباتی، نام نہاد انقلابی اور کھوکھلی ہونگی۔

مغرب اور یورپ نے دین کو بالائے طاق رکھ دیا، مگر اخلاق ومروت کی کچھ چیزیں اپنے سکھ دکھ کے مداوا کے لیے پس اندوخت کر لیے، جن کو آپ ان کی اپنی راحت وآسائش اور فکری وذہنی آزادی یا بے راہ روی اور ذہنی وجسمانی عیاشی کہہ لیجئے، کے ساتھ انہوں نے کچھ ایسے اصول وآداب اور دستورِ حیات وضع کئے جس سے انہوں نے اپنے مفادات کی حفاظت کی اور اپنی صحت، معاشرت کی درستگی اور بھلائی اور زندگی جینے کے آداب واخلاق کے تحفظ کے لیے انسانی فکر ودماغ اور علم وطاقت کی حد تک خوب خوب جتن کئے اور ہزار کھوکھلا اور پھکڑ پن اور سطحیت کے باوجود دنیا میں مہذب، ترقی یافتہ، کامیاب اور آئیڈیل اقوام کے طور پر اپنے آپ کو منوایا اور اعتراف اور پہچان کرایا۔ اور دنیا نے اس بے روح معاشرے پر رشک کیا، اس کی تقلید کی اور اس کی دوڑ میں مغرب ومشرق کی خاک چھانی اور اسی کے نام پر اپنی پہچان بنائی، بلکہ اس کو اپنا کر اور پا کر فخر ومباہات کرنے لگی اور گھمنڈی بن گئی، اور اس گھاٹے کے سودے پر نازاں فرحاں نظر آنے لگی، گندم نما جو فروشی کرنے لگی، سونا گنوا کر اور زر وجواہر دے کر قلعی شدہ ٹین کے ڈبوں کو خرید لیا۔ "وبئس ماشروا به" کے مصداق ٹھہری، قرآن کریم نے اس کا کیا ہی خوب نقشہ کھینچتے ہوئے ان کو پھٹکار لگائی اور عار دلائی کہ:

أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِيْ هُوَ أَدْنَى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ (البقرہ:٦١) ترجمہ: ''کیا ہی گھٹیا سودا ہے سب سے بہتر چیز کے بدلے؟!''

اور دین وایمان کا سودا دنیائے دنی اور متاع غرور سے کیا۔ کیا اس سے بھی تعجب انگیز اور حیرت ناک کوئی کرتوت ہوسکتی ہے؟ اس پر جس قدر افسوس اور

تعجب کروکم ہے۔

عجبت لمبتاع الضلالة بالهدى
ومن يشتري بالدين دنياه اعجب
واعجب من هذين من باع دينه
بدنيا سواه فهو من دين اعجب

تعجب ہے ان پر جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔اوراس سے بھی زیادہ تعجب خیز اس پر جو دین کے بدلے دنیا خریدتے ہیں اور ان دونوں بوالعجبیوں سے تعجب خیز اور حیرت انگیز بات ان کے وہ کرتوت ہیں جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنے دین وایمان کا سودا کرتے ہیں۔

لیکن امت مسلمہ آج جس قدر ذلت ونکبت تک پہنچ چکی ہے اس سے بھی کہیں زیادہ قعر مذلت کا شکار اور عقلی دیوالیہ پن کا پیداوار ہوچکی ہے اور اب وہ عملاً ابوالعجائب اور عظیم ترین مصائب کی مثال پیش کررہی ہے۔

گویا وہ دین کو گنوا کر دنیا کمانے کے چکر میں دونوں سے ہاتھ دھوبیٹھی ہے۔دنیا داروں کی زلہ خواری نے اسے ذلیل ورسوا تو کیا ہی،اس نے اسے اب کہیں کا نہیں چھوڑا۔

ویسے بھی سعودی عرب فلسطین کا دیرینہ محسن، بیت المقدس کا محافظ اوراس کا فدائی رہا ہے۔وہ اس کے ایمان کا حصہ ہے۔مگر اس نے عشوائی اور غوغائی طور پر نہیں بلکہ پوری سنجیدگی سے عربوں کے ساتھ مل کر دو دو جنگیں بھی اسرائیل سے لڑیں اور وہ ہر انسانی، اخلاقی، بین الاقوامی اور اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ہر محاذ پر ہمیشہ فتنہ سے بچتے ہوئے ڈٹے رہنے اور ناخن تدبیر سے مسئلہ کو سلجھانے سے لے کر دنیا کے اہم اور بڑے سے بڑی سطح تک لے جاتا رہا ہے اور مظلوم فلسطینیوں کے ساتھ رہا ہے۔اوران کی آواز کو اٹھاتا رہا ہے۔اس سلسلہ میں عرب وعجم سب کو ساتھ لے کر چلنے کا ہنر بھی آزمایا اور ہر وہ کام جو دین وشریعت ،عقل ومنطق اور انسانیت نوازی کا ہے اسے بار بار اور ہزار بار انجام دے کر اپنا فرض ادا کرتا رہا ہے۔ ہمارا ملک ہندوستان بھی کسی کی دوستی ودشمنی کی پروا کئے بغیر خوشگوار تعلقات رکھنے میں اپنی مثال آپ رہا ہے۔اور یہ رشتہ قدیم بھی ہے اور عظیم بھی اور مدام بنا رہے گا۔اللہ تعالیٰ مشرق وسطیٰ میں جنگ وصلح کے نام پر ہو رہے کھیل اور تماشے اور اس سے ہونے والے نقصانات اور دنیا کے دیگر خطوں میں جنگی حالات سے نجات دلا دے اور امن وآشتی اور اخوت انسانی کا دور دورہ فرمادے۔آمین

حوثی روز روز مشرق وسطیٰ اور پورے عالم کو خرخشے میں ڈالنے کا شاخسانہ کھڑا کر رہا ہے۔اور وہ عالم اسلام میں حرمین شریفین کے خلاف شر وفساد پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کررہا ہے۔حتی کہ اس کی چیرہ دستیوں سے حرمین شریفین اور انسانیت کے علمبردار مملکت سعودی عرب محفوظ نہیں ہے اور وہ بلد امین کے خلاف جارحانہ ومفسدانہ اور دہشت گردانہ حملوں سے باز نہیں آرہا ہے۔اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

ہمارے وطن عزیز کے ایک خاص انگ آسام وغیرہ میں جو سیلاب زمین کھسکنے، بادل پھٹنے اور بادوباراں کے ذریعہ سے آیا ہے اور جان ومال کی جو بربادی ہوئی ہے اسی طرح پڑوسی ملک نیپال وتبت وغیرہ میں جو سونامی نما سیلاب اور گلیشئر کے پگھلنے کی وجہ سے جو تباہی وبربادی باڑھ کی شکل میں آئی ہے اس پر پوری دنیا سوگوار ہے۔ہم سب دعا گو بھی ہیں اور دوا وغذا بھی پہنچائی جارہی ہے۔آسام میں ریلیف کا کام مرکزی جمعیت کررہی ہے اور بازآبادکاری کے لئے جلد ہی دوسرا مرکزی وفد اور تیسرا صوبائی اعلیٰ سطحی وفد روانہ ہوا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ مصیبت زدگان کی مدد فرما۔

ملک میں طلبہ اور دیگر مظاہرین واحتجاج کاروں اوران کے مطالبات اور اس میں رونما ہونے والے ناگفتہ اور ناخوشگوار حالات پیش آنے سے وطن اور اہل وطن کا جو ہمہ جہت نقصان ہوتا ہے وہ ایک لمحۂ فکریہ اور لائق افسوس امر بھی ہے۔ اس کو سنجیدگی سے لینے کی ضرورت ہے ۔تعلیم، علم،طلبہ اور نونہالان ونوجوانان وطن اور ان کی نشوونما اور تعمیر وترقی کے تمام معاملات کو انتہائی فکرمندی کیساتھ ترجیحی طور پر دل میں لینے کی ضرورت ہے اور اس کو اصلاح وترقی اور تعمیر وتربیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچانے اور ملک کے لیے مفید اور کامیاب وبہتر شہری بنانے کے لیے حکومت اور عوام سب کو کوشش کرنی چاہیے۔کسی بھی طرح کی بے راہ روی اور تشدد اور ملکی وقومی اثاثوں اور رجال اور طلبہ کو نقصان سے بچانے کی فکرمندی وترکیب بڑا فریضہ ہے۔ورنہ نقصان جتنا کچھ اور جدھر بھی ہو وہ اپنا ہی نقصان ہے اور یہ سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

تربیت و گہوارۂ تربیت

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ، بہار

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز
مقصود ہو گر تربیت لعلِ بدخشاں
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پر تو
(اقبال)

مفہوم تربیت: تربیت کا لفظ ربا سے مشتق ہے، جس کے معنی پلنے، بڑھنے کے ہیں، ارشاد باری ہے: فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ (الحج: ۵) پھر جب ہم (خشک) زمین پر پانی برساتے ہیں تو اس میں حرکت پیدا ہوتی اور وہ اوپر کی طرف ابھرتی ہے اور ہر قسم کے خوبصورت پودے پیدا کرتی ہے۔ وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِندَ اللَّهِ (الروم: ۳۹) اور تم لوگ جو سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو (وہ بڑھ جائے) تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔

اور صدقہ کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ **وتربو فی کف الرحمن حتی تکون اعظم من الجبل** اور صدقہ اللہ کی ہتھیلی میں بڑھ کر پہاڑ سے زیادہ عظیم ہو جاتا ہے۔

امام بیضاوی اور امام راغب اصفہانی نے ان آیات اور اس حدیث کی روشنی میں تربیت کے معنی کسی چیز کا آہستہ آہستہ کمال کو پہونچانا بتایا ہے۔ درحقیقت تربیت کا لفظ اپنے وسیع تر معنی میں ''انسان خاص کر چھوٹے بچوں کی جسمانی، عقلی، روحانی اور فکری قوتوں کا اجاگر کرنا ہے اور پرورش و پرداخت کے ذریعے ان کی مخفی صلاحیتوں کو کمال بخشنا ہے۔

عربی زبان میں بسا اوقات اصطلاحی طور پر تربیت کا لفظ تعلیم کے لئے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ بعض عرب ممالک میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جو ادارہ قائم ہے اسے ''کلیۃ التربیۃ'' ''وزارۃ التربیۃ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن ہماری اردو زبان میں تربیت کا لفظ انسان کی عملی نگہداشت اور تعلیم کا لفظ فکری نگہداشت کے لئے زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ تربیت کا لفظ آتے ہی ذہن شخصیت کی نشو و نما کی ان کوششوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو انسان کی پرورش و پرداخت، ان کی اخلاقی رہنمائی اور عملی نگہداشت سے متعلق ہوتی ہیں اور تعلیم کا لفظ آتے ہی ذہن ان منظم کوششوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جو تعلیمی اداروں میں طلبہ کے لئے باضابطہ انجام دیئے جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ ہر انسان کی ذات دو بنیادی قوتوں سے مرکب ہوتی ہے۔ جسمانی قوت اور روحانی قوت (قوت ملکیت) اور ان دونوں قوتوں کے کچھ تقاضے ہیں مادی تقاضے، روحانی تقاضے اور نفسیاتی تقاضے۔

ان دونوں قوتوں کی مناسب نشو و نما اور ان کے تقاضوں کی تکمیل اور ان کے درمیان توازن قائم کرنے کا نام اسلامی تربیت ہے توازن اس لئے تا کہ انسان روحانیت میں ترقی کر کے رہبانیت کا راستہ اختیار نہ کر لے اور مادیت میں ترقی کر کے حیوانیت کی راہ پر گامزن نہ ہو جائے۔

اہمیت تربیت: تربیت انسان سازی کا عمل ہے، دنیا میں ہمیشہ سے انسان کو انسان بنانا مشکل ترین کام رہا ہے، تاریخ میں اس کام کو بہتر سے بہتر طریقے سے اگر کسی نے انجام دیا ہے، تو وہ انبیاء و رسل کی شخصیتیں رہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے پہلا انسان (آدم علیہ السلام) کو پہلا نبی بھی بنایا اور پہلے ان کو وہ سارے علوم بھی سکھلائے جو انسانوں کے لئے نفع بخش ہیں۔ ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا '' تا کہ یہ انسان اپنے آغاز میں سامان تربیت سے محروم نہ رہ جائے۔ پھر بعد کے ادوار میں مختلف رسولوں پر آسمانی کتابوں کی شکل میں تربیتی نصاب کا نزول ہوتا رہا، جو قومیں ان نصابہائے تربیت پر ایمان لائیں اور اس کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنوارا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوئیں۔ اور جن قوموں نے ان سے انحراف کیا وہ زمین پر فساد کا سبب بنیں اور ان کا یہ بگاڑ ان کے لئے عذاب الٰہی کا موجب ہوا۔

تعلیم جو دنیائے انسانیت کا بیش قیمت اثاثہ ہے، اس کا ایک اہم اور لازمی جزء ''تربیت'' ہے جسے کسی حال میں علم سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کے لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ ''تزکیہ'' کا بھی اہتمام فرماتے تھے یعنی علم کی روشنی میں ان کو تربیت سے بھی آراستہ فرمایا کرتے تھے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (الجمعہ: ۲) ''وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول

بھیجا جوانہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنا تا ہے اوران کو پاک کرتا ہے اورانہیں کتاب وحکمت سکھا تا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

گو یا یہ تربیت تمام انبیاء کرام کی تعلیمات ودعوت کی بنیاد ونقطہ آغاز ہے، اور ان کی بعثت ورسالت کا اورتحریک ومشن کا مقصد اولین ہے۔

یہ تزکیہ اور تربیت علم اورتعلیم کے لازمی اجزاء، ان کے حسین مظاہر، خوشگوار وپاکیزہ نتائج واثرات اور شیریں پھل ہیں اس لئے ہر تعلیم گاہ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ بہترین تربیت گاہ بھی ہو۔ ورنہ

علم چنداں کہ بیشتر خوانی　　چوں عمل درتو نیست نادانی

(سعدی)

اور یہی تمام عبادات واعمال کی فرضیت کا مقصد ہے۔ نماز: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ روزہ: لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون، حج: من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه (متفق علیہ) زکوۃ: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا

اور یہی قیامت کے دن کا نفع بخش عمل ہے۔ ارشاد باری ہے۔ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ''جس دن کہ مال اوراولاد کچھ کام نہ آئے گی۔لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔'' (الشعراء:۸۸۔۸۹)

اللہ تعالیٰ نے گیارہ چیزوں کی قسمیں کھانے کے بعد فرمایا: قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ''جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملادیا وہ ناکام ہوا'' (الشمس:۹۔۱۰)

اور اسی پرفلاح کا دارومدار ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ''بیشک فلاح پالی جو پاک ہوگیا۔ اور جس نے اپنے رب کا نام یادرکھا اور نماز پڑھتا رہا۔'' (الاعلیٰ:۱۴۔۱۵) یعنی ہمارے دل بھی، زبان بھی اور عمل بھی پاک ہوں اور یہ ذکر وعبادت کے ذریعے ہوں گے۔

تربیت کے تعلق سے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ''تحفۃ المودود باحکام المولود'' ص ۱۶۸ پرفرماتے ہیں۔ تربیت کے ذریعہ بچوں کی اخلاقی قوتوں کو اجاگر کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے کہ عالم طفولیت میں بچے جن عادات واطوار کو اپنا لیتے ہیں، عالم جوانی میں ان کا ترک کرنا مشکل ہوجاتا ہے جیسے غیظ وغضب، بے جا آزادی، کاموں میں جلد بازی، بے جا خواہش کی تکمیل، رقص وسرود کی محفل میں شرکت، فحش گانوں کا سننا، بے جا آرام وآسائش کا خوگر ہونا وغیرہ۔

اور امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بچہ والدین کے پاس اللہ کی امانت ہے، اس کا پاک دل ایک صاف شفاف عمدہ جوہر ہے، اگر اسے اچھی عادتوں کا خوگر بنایا گیا اور اس کی تعلیم وتربیت کا عمدہ بندوبست کیا گیا تو وہ دنیا وآخرت میں سعادت مند ہوگا اور اس کے گارجین، والدین اور مربی اس کے اجروثواب میں برابر کے شریک ہوں گے اور اگر اس کی تعلیم وتربیت میں غفلت برتی گئی، اور اسے بری عادتوں کا خوگر بنایا گیا تو وہ ہلاک وبرباد ہوگا اور اس کی ذمہ داری اس کے گارجین اور مربی پر عائد ہوگی۔

جب والدین بچوں کو دنیا کی خرابی سے دور رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں آخرت کی بربادی سے دور رکھنا زیادہ بہتر ہے بچوں کی حفاظت یہ ہے کہ انہیں اچھی تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ بری صحبتوں اور عیش وآرام کی زندگی کا خوگر نہ بنایا جائے، ان کی پرورش وپرداخت کی ذمہ داری ایک ایسی دیندار عورت پر ہو جو حلال روزی کھاتی ہو، چونکہ دودھ حرام رزق سے حاصل ہو اس میں کوئی برکت نہیں۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۷۲)

تربیت شخصی، ذاتی ہو یا اجتماعی افراد کی ہو یا امت وجماعت کی انتہائی ضروری ہے اس لئے کہ موجودہ دور میں تربیت کے فقدان کے سبب فساد وبگاڑ کے جو مظاہر دیکھنے کو مل رہے ہیں، وہ ہم سب کے لئے لمحہ فکر ہے۔ انسان انسان ہوتے ہوئے ایسی حرکتیں کررہا ہے کہ درندے بھی حیران ہیں۔ قتل وغارت گری، لوٹ مار، چوری اور ڈکیتی، وحشت وبربریت، بے رحمی، سنگ دلی اور ہوس پرستی کے ہردن اور ہر جگہ ہونے والے حادثات نے انسانیت کو شرمسار کررکھا ہے۔ انسان کی بے راہ روی پر خود انسانیت ماتم کناں ہے، کردار کی یہ پستی اور اخلاق کا یہ زوال، گلی گلی آج ہمیں دیکھنے کو ملے گا۔

کوئی حد بھی ہے آخر احترام آدمیت کی
بدی کرتا ہے دشمن اور ہم شرمائے جاتے ہیں

وسائل اسلامی تربیت: اسلامی تربیت کے مقاصد کے حصول کے لئے جو وسائل وذرائع اختیار کئے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ وسائل بھی اپنے مقاصد کی طرح بلند وبالا ہیں چونکہ اسلام نے ہمیشہ مقصد کی حصول یابی کے لئے بہتر اور عمدہ وسائل وذرائع اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ خواہ حلال وحرام کا معاملہ ہو یا اسلامی تربیت کا یا کوئی دوسرا معاملہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ''برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھروہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے ولی دوست'' (فصلت:۳۴) تم بدی کو بہترین نیکی سے دفع کرو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت تھی وہ جگری دوست بن گیا ان وسائل کثیرہ (محاسبہ نفس، گھر، ماحول ومعاشرہ، کتب خانے، سوشل میڈیا وغیرہ) میں سے ہم صرف دو تربیتی وتعلیمی گہوارے پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ مسجد: اس کی عظمت وفضیلت، اہمیت اور تقدس وپاکیزگی کا کیا کہنا۔ اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اسے اللہ کا گھر کہا جاتا ہے، یا یہ صرف جائے عبادت ہی نہیں بلکہ یہ وہ مقام ہے جس کے مقاصد کثیر وجلیل ہیں۔ یہ ایک تربیت گاہ ہے جہاں مسلمانوں کی دینی اخلاقی، اور اجتماعی تربیت کی جاتی ہے۔ یہ ایک لیکچر ہال ہے؟ جہاں خطبات جمعہ، دروس علمیہ اور مختلف موضوعات پر محاضرات سن کر سامعین اپنے ایمان کو جلاء بخشتے ہیں۔ یہ ایک دارالقضاء (سپریم کورٹ) ہے جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین فیصلے فرماتے تھے۔ جہاں سے فقراء ومساکین کے درمیان زکوۃ تقسیم کی جاتی تھی۔

تاریخ کے ہر دور میں یہ مسجدیں بہترین تعلیم گاہ بھی تھیں اور عظیم تربیت گاہ بھی جہاں سے امت مسلمہ کی دینی، اخلاقی اور سماجی تربیت کی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی ترویج واشاعت کی جو پہلی اینٹ مسجد نبوی میں رکھی، اسی بنیاد پر اسلامی ثقافت کی حسین عمارت تعمیر ہوئی اور یہی مسجد عالم اسلام کی دوسری مسجدوں کے لئے آئیڈیل بنی، ساری مسجدیں عبادت وریاضت کے ساتھ تعلیمی گہواروں میں بدل گئیں۔ ہر مسجد کا ایک حصہ علماء کے دروس وتدریس، بحث وتحقیق وعظ وتذکیر سے آباد ہوگیا۔ اس امت کے مفسرین وقراء، محدثین وفقہاء نے ان میں درس وتدریس کی مجلسیں سجائیں اور مسلمان اپنے جگر پاروں کو ان مساجد ومدارس میں دینی ودنیوی علوم سیکھنے کے لئے بھیجنے لگے۔ یہ جامع اموی، جامع عمرو بن العاص، جوامع بغداد، کوفہ وبصرہ، جامع زیتونہ، قیروان، قرطبہ، جوامع غرناطہ، اشبیلیہ اور سمرقند وبخارا وماوراء النہر یہ سب علوم دینیہ اور اسلامیہ کے اہم ترین مراکز رہے ہیں جہاں سے علم کی روشنی پھیلی ہے۔ اور ایک عالم کو منور کیا ہے اور بھٹکتی انسانیت کو راہ ہدایت ملی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ جزائر کی منبر ومحراب سے فرانس کی استعماری طاقت کو کس طرح للکارا گیا، اور دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر مولانا اسماعیل شہید کے توحیدی بیان سے شرک وبدعت کے بادل کس طرح چھٹ گئے۔

کون نہیں جانتا کہ مصر کی از ہر یونیورسٹی مسجد کی مرہون منت ہے۔ جو اسلامی دنیا کی سب سے قدیم وعظیم یونیورسٹی ہے۔ مسلمان زوال کے شکار ہوئے تو ان کی مسجدیں بھی زوال پذیر ہوگئیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے ماضی کی عظمت کو لوٹائیں اور ہماری مسجدیں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرلیں۔

یہ مسجدیں عوام الناس کے ساتھ، نوعمر شباب اور بچوں کی صحیح تربیت کے اہم ذرائع ہیں، یہی وجہ ہے کہ سنِ شعور کو پہنچنے کے ساتھ ہی بچوں کو مسجد جانے کی تاکید کی گئی ہے۔ **مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر** جب معاشرے میں بچے سات سال کی عمر سے مسجد جانے کے عادی ہوجائیں گے تو وہاں بڑوں کو نمازیں پڑھتے، عبادت کرتے اور ذکر واذکار میں مشغول دیکھ کر اسی ماحول میں پروان چڑھیں گے، مسجدیں بچوں کے لئے تعلیمی ماحول بھی فراہم ہوتا ہے۔ ان کے اندر قرآن پڑھنے کی عادت ہوگی اور وہ ابتدا سے قرآن یاد کرنے لگیں گے۔

تاریخ کے ہر دور میں یہ مسجدیں بہترین تعلیم گاہ بھی تھیں اور عظیم تربیت گاہ بھی۔ جہاں سے امت مسلمہ کی دینی، اخلاقی، سماجی تربیت کی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی ترویج واشاعت کی جو پہلی اینٹ مسجد نبوی میں رکھی اسی بنیاد پر اسلامی ثقافت کی حسین عمارت تعمیر ہوئی اور یہی مسجد عالم اسلام کی دوسری مسجدوں کے لئے آئیڈیل بنی اور ساری مسجدیں تعلیمی گہواروں میں بدل گئیں۔

ہر مسجد کا ایک حصہ علماء کے درس وتدریس، بحث وتحقیق، وعظ وتذکیر سے آباد ہوگیا، اس امت کے مفسرین وقراء، محدثین وفقہاء نے ان میں درس وتدریس کی مجلسیں سجائیں اور مسلمان اپنے جگر پاروں کو ان مساجد ومدارس میں دینی دنیوی علوم سیکھنے کے لئے بھیجنے لگے۔

۲۔ مدارس اسلامیہ: یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ مدارس کی بنیادیں عہد نبوی میں دار ارقم، مسجد نبوی ہی میں پڑ چکی تھیں اور دینی تعلیم کے حصول کا سلسلہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں جاری ہوا وہ تاریخی تسلسل کے ساتھ بعد کے ادوار میں قائم رہا، دنیا کے جس خطے میں اسلام کی روشنی پھیلی تو اسلام کے فرزندانوں نے وہاں پہلے مسجد قائم کیا اور پھر وہاں تعلیم کا اہتمام کیا۔

مسلمانوں کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب اس ملک میں برطانوی سلطنت کا استحکام ہوا، عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کی ریشہ دوانیوں، قادیانیت وبدعات کے فتنوں نے اسلام کے رخ زیبا کو بگاڑنے کی کوشش کرنے لگے تو قوم مسلم اپنی اسلامی آن وبان اور شان کی حفاظت پر کمربستہ ہوگئی اور دینی تعلیم کو عام کرنے کے لئے متعدد مدارس وتعلیمی ادارے وجود میں آئے جن میں سرفہرست مدرسہ سید نذیر حسین دہلوی، جامعہ رحمانیہ، مدرسہ سعیدیہ بنارس، دارالعلوم دیوبند، علی گڑھ یونیورسٹی اور مدرسہ احمدیہ آرہ وغیرہ ہیں۔

یہ دینی مدارس مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے وہ بنیادی مراکز ہیں جن کا تاریخی سلسلہ درسگاہ نبوی سے ملتا ہے۔ یہ وہ منبع ہے جہاں سے ملت اسلامیہ کو علمی وفکری رہنمائی ملتی ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں سے دین متین کی حفاظت وصیانت کرنے والے اور اسلام واسلامی عقائد واقدار کی تبلیغ واشاعت کرنے والے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ وہ پہلا منظم ادارہ ہے جہاں نونہالان قوم باضابطہ علم وعمل، اخلاق وسیرت اور حب الوطن کا درس لیتے ہیں۔

یہ مدرسہ ہے کوئی میکدہ نہیں ساقی
یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا عبدالصبور حماد عمری

فتنوں کے دور میں اسلاف کا طرزِ عمل

انسانی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ مختلف ادوار میں آزمائشیں اور فتنوں کی لہریں اٹھتی رہی ہیں، مگر بعض زمانے ایسے بھی آتے ہیں جب فتنوں کی شدت، وسعت اور ہمہ گیری اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہو جاتا ہے، اور انسان فکری و عملی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور بھی اسی نوعیت کا ایک پُرآشوب زمانہ محسوس ہوتا ہے، جہاں خواہشاتِ نفس، فکری گمراہیاں، اخلاقی انحطاط اور دینی بے حسی اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کیفیت کی پیشگی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم، يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا** (صحیح مسلم: 118) نیک اعمال میں جلدی کرو، ایسے فتنوں سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے، جن میں آدمی صبح ایمان والا ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔

ان نازک حالات میں ایک مسلمان کے لیے سب سے اہم سوال یہی ہوتا ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرے جس سے وہ اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے؟

سلف صالحین ہمارے لیے اس سلسلے میں اسوہ اور نمونہ ہیں۔ یہی وہ پاکیزہ جماعت ہے جس نے فتنوں کے شدید ترین ادوار میں بھی علم، حکمت، صبر اور بصیرت کے ساتھ حق کا راستہ اختیار کیا، اور امت کے لیے عملی نمونہ چھوڑا۔

فتنہ کا لغوی و شرعی مفہوم: لفظ ''فتنہ'' عربی زبان میں آزمائش، امتحان اور کسی چیز کو پرکھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں فتنہ ہر اس آزمائش کو کہا جاتا ہے جو انسان کے ایمان، فکر اور عمل کو متاثر کرے اور اسے حق سے ہٹا دے۔

قرآنِ مجید میں فتنہ کو ایک عظیم اور ہمہ گیر آزمائش قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا: وَاتَّقُوا۟ فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنكُمْ خَاصَّةً (الانفال:25) ان فتنوں سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں تک محدود نہیں رہے گا (بلکہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا)۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:15) تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض ایک آزمائش ہیں۔

مذکورہ آیات کی روشنی سے واضح ہوتا ہے کہ فتنے داخلی اور خارجی ہوتے ہیں اور اس کے اثرات انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نظر آتے ہیں۔

فتنوں کی اقسام: علماء نے بنیادی طور پر دو بڑی قسموں کا ذکر کیا ہے:

(الف) فتنہ شبہات (شکوک وشبہات اور افکار کا فتنہ) (ب) فتنہ شہوات (خواہشات کا فتنہ)

(الف) **فتنہ شبہات** (شکوک وشبہات اور افکار کا فتنہ): یہ وہ فتنے ہیں جو انسان کے عقیدہ، فکر اور نظریات کو متاثر کرتے ہیں۔ باطل کو حق اور حق کو باطل بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جس سے انسان حق کی پہچان کھو بیٹھتا ہے۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں **ان الضلالة حق الضلالة أن تعرف ما كنت تنكر، وتنكر ما كنت تعرف** (الابانۃ:۵۷۳) اصل گمراہی یہ ہے کہ جسے آپ منکر اور برا سمجھتے تھے اسے آپ معروف اور اچھا سمجھتے ہیں۔ اور جسے معروف اور بھلائی سمجھتے تھے اسے برا گردانتے ہیں۔

(ب) **فتنہ شہوات** (خواہشات کا فتنہ): یہ وہ فتنے ہیں جو انسان کو گناہوں، خواہشاتِ نفس اور دنیاوی لذتوں کی طرف مائل کرتے ہیں، جس سے اس کا عمل بگڑ جاتا ہے۔

ابن القیمؒ فرماتے ہیں: شبہات کے فتنوں کا خاتمہ ایمان ویقین سے ہوتا ہے جبکہ شہوات کے فتنہ کا قلعہ صبر سے قلع قمع ہوتا ہے۔ (اغاثۃ اللہفان، ج:۲، ص:۱۳۰)

فتنوں کے اثرات: جب فتنوں کے تلاطم خیز بادل امت مسلمہ پر گھٹا ٹوپ اندھیروں کی طرح چھا جاتے ہیں۔ تو باطل حق کا لباس اوڑھ لیتا ہے اور حق کی روشن راہیں اس قدر دھندلا جاتی ہیں کہ بصیرت کی آنکھیں بھی دھوکا کھا جاتی ہیں اور تمیز حق و باطل ایک کٹھن امتحان بن جاتی ہے۔ ایسے پُرآشوب ماحول میں عقل و بصیرت کی جگہ جذبات، تعصّبات اور خواہشات جنم لیتی ہیں، اور فیصلے علم وانصاف کے بجائے خواہشاتِ نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرہ انتشار، نزاع اور افتراق کی آماجگاہ بن جاتا ہے، دلوں کی وحدت بکھر جاتی ہے اور باہمی اعتماد متزلزل ہو جاتا ہے۔ پھر سب سے المناک صورت یہ سامنے آتی ہے کہ دین اپنی روحانی تاثیر کھو کر محض رسوم وظواہر کا مجموعہ بن جاتا ہے، جبکہ اخلاص، تقویٰ اور اتباعِ سنت جیسی عظیم قدریں رفتہ رفتہ کمزور پڑنے لگتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **تعرض الفتن على القلوب كالحصير عودا عودا** (صحیح مسلم، رقم:144) فتنے دلوں پر اس طرح پیش کیے جاتے ہیں جیسے چٹائی کے تنکے ایک ایک کر کے بُنے جاتے ہیں۔

مذکورہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ فتنہ تدریجاً دل پر اثر انداز ہوتا

ہے اور بالآخر انسان کے ایمان کو کمزور کر دیتا ہے۔

عصرِ حاضر کو اگر "فتنوں کا پُرآشوب زمانہ" کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آج ایک فتنہ ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا سر اٹھا لیتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے پر دانے یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ الحاد، لادینیت، مغربی فکر، اور دینی احکام پر اعتراضات نے ایمان کو فکری سطح پر چیلنج کر دیا ہے۔ فحاشی، عریانیت اور خواہشات کی آزادی نے معاشرتی اقدار کو شدید متاثر کیا ہے اور ہر شخص صاحب رائے بن چکا ہے، علم اور جہل کا فرق مٹ رہا ہے، اور سوشل سطح پر ہر بات پر تبصرہ کرنا ایک عادت بن چکا ہے جو خود ایک بڑا فتنہ ہے۔

اسی لیے سلف صالحین نے زبان کی حفاظت پر غیر معمولی زور دیا۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فتنوں کے زمانے میں لوگوں کے احوال پر گفتگو سے اجتناب ہی سلامتی کا راستہ ہے، کیونکہ یہی گفتگو نزاع اور فساد کا سبب بنتی ہے۔ ایمان کا ضعف، عبادات میں سستی، اور دنیا کی محبت نے دین کو زندگی کے مرکز سے ہٹا دیا ہے، جس کے نتیجے میں انسان فتنوں کے مقابلے میں کمزور پڑ جاتا ہے۔

فتنوں کا دور اور منہجِ سلف: فتنوں کے زمانے میں سلفِ صالحین کا منہج کسی وقتی مصلحت یا جذباتی ردِعمل کا نام نہ تھا، بلکہ وہ کتاب وسنت کی عمیق بصیرت، انسانی نفسیات کے فہم اور انجام بینی پر قائم ایک متوازن طرزِ عمل تھا۔ انہوں نے نہ بے مہار جوش کو اختیار کیا، نہ بے بصیرت سرگرمی کو، اور نہ ایسی خاموشی کو جو حق سے گریز کا عنوان بن جائے؛ بلکہ ان کا طریقہ علم کے ساتھ احتیاط، بصیرت کے ساتھ سکون، اور استقامت کے ساتھ اصلاح کا حسین امتزاج تھا۔

وہ جانتے تھے کہ فتنہ برپا ہو تو عقلیں متاثر، جذبات مشتعل اور فیصلے مشتبہ ہو جاتے ہیں؛ اس لیے نجات اسی میں ہے کہ انسان شریعت کی روشنی میں قدم رکھے، اہلِ علم کی رہ نمائی سے وابستہ رہے، اور ہر ایسے قول وعمل سے بچے جو فساد کی آگ کو مزید بھڑکانے کا سبب بنے۔ یہی وہ اصول ہیں جنہیں سلف نے ہر دور کے لیے مشعلِ راہ بنایا۔

(1) سکوت، ضبطِ زبان اور غیر ضروری گفتگو سے اجتناب: فتنوں کے زمانے میں سب سے پہلی حفاظت زبان کی حفاظت ہے؛ کیونکہ بہت سے فتنے تلوار سے پہلے زبان سے جنم لیتے ہیں، اور بہت سے نزاعات ایک لفظ سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ سلف صالحین جانتے تھے کہ زبان اگر بے لگام ہو جائے تو وہ دلوں میں نفرت، معاشرے میں انتشار اور امت میں افتراق کا سبب بن جاتی ہے۔

اسی لیے انہوں نے فتنوں کے ماحول میں غیر ضروری تبصرہ، بے فائدہ مناقشہ، اور لوگوں کے احوال میں مداخلت سے اجتناب کو نجات کا ذریعہ قرار دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آنے والے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: **تكون فتنة النائم فيها خير من المضطجع، والمضطجع فيها خير من القاعد، والقاعد فيها خير من القائم..** (مسند احمد؛ الصحیحۃ للالبانی، رقم: 3254) ایک ایسا فتنہ برپا ہوگا کہ اس میں سویا ہوا لیٹے ہوئے سے بہتر ہوگا، لیٹا ہوا بیٹھے ہوئے سے بہتر ہوگا، بیٹھا ہوا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔

اس حدیث کا مقصود عملی سکون اور فتنے میں عدمِ شرکت کی تعلیم ہے؛ یعنی جس قدر انسان فتنہ انگیز ماحول سے دور رہے گا، اسی قدر سلامتی کے قریب ہوگا۔

ملا علی قاریؒ اس باب میں نہایت لطیف نکتہ بیان کرتے ہیں کہ فتنوں کے زمانے میں لوگوں کے احوال و معاملات پر گفتگو میں الجھنا اکثر دل آزاری، نزاع اور فساد کا دروازہ کھول دیتا ہے؛ اس لیے سلامتی اسی میں ہے کہ انسان اپنی زبان کو بے فائدہ گفتگو سے محفوظ رکھے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح)

حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور میں یہ نصیحت پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکی ہے۔ موجودہ زمانے میں حالاتِ حاضرہ پر بے محابا تبصرے، بے تحقیق آراء، اور جذباتی گفتگو نہ صرف دلوں میں کدورت پیدا کرتی ہے بلکہ گھروں، حلقۂ احباب اور دینی مجالس تک میں نزاع و افتراق کا سبب بن جاتی ہے۔ کتنے ہی تعلقات محض ایک غیر محتاط جملے سے بگڑ جاتے ہیں، اور کتنے ہی دل بے جا بحث و تمحیص کی نذر ہو جاتے ہیں۔

اس لیے فتنوں کے زمانے میں زبان کا سکوت بسا اوقات حکمتِ بیان سے زیادہ نافع ثابت ہوتا ہے۔

(2) فتنوں کے ماحول سے دوری اور کنارہ کشی:

سلفِ صالحین کے منہج کا دوسرا نمایاں اصول لزومِ بیت اور فتنوں کے ماحول سے حتی الوسع کنارہ کشی تھا۔ وہ جانتے تھے کہ جب فتنہ عام ہو جائے، حالات مشتبہ ہو جائیں، اور حق و باطل میں امتیاز دشوار ہو جائے تو انسان کا سب سے بڑا سرمایہ اس کا دین و ایمان ہے؛ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے ماحول سے بچائے جہاں جذبات عقل پر، اور شورِ ہنگامہ بصیرت پر غالب آ جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کے زمانے میں سلامتی کی راہ بتاتے ہوئے فرمایا: **من وجد منها ملجأ أو معاذا فليعذ به** (صحیح البخاری: 3601، صحیح مسلم: 2886) "ان میں سے جو شخص کوئی جائے پناہ یا محفوظ مقام پائے تو وہاں پناہ لے لے۔

اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع فيها شعف الجبال يفر بدينه من الفتن.** (صحیح البخاری: 19) قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں، جنہیں لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں کی طرف نکل جائے، اور فتنوں سے اپنا دین بچائے۔

امام بخاریؒ نے اسی حدیث پر نہایت معنی خیز باب قائم کیا: **باب من الدين**

الفرار من الفتن فتنوں سے بچ نکلنا بھی دین کا ایک حصہ ہے۔

یہ تعلیم محض جسمانی گوشہ نشینی کی دعوت نہیں، بلکہ یہ اس کی اصل روح ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر ایسے ماحول، مجلس اور سرگرمی سے محفوظ رکھے جو ایمان واخلاق کے لیے ضرر رساں ہو؛ خواہ وہ سیاسی ہنگامہ آرائی ہو، فکری انتشار ہو، یا خواہشات و شبہات سے آلودہ فضا۔ سلف سمجھتے تھے کہ فتنوں کے ایام میں ہر آوازِ احتجاج حکمت نہیں ہوتی، اور ہر عملی سرگرمی اصلاح کا عنوان نہیں بنتی؛ بلکہ بعض اوقات خاموشی، دوری اور احتیاط ہی سب سے بڑی بصیرت ثابت ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فتنوں کی فضا انسان کے شعور کو متاثر کر دیتی ہے۔ جذبات مشتعل ہوتے ہیں، فیصلے عجلت کا شکار ہو جاتے ہیں، اور انسان بسا اوقات حق کی حمایت کے گمان میں ایسے راستے پر چل پڑتا ہے جو مزید فساد کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی لیے سلف فتنوں کے زمانے میں خلوت، عبادت، اصلاحِ نفس اور دین کی حفاظت کو ترجیح دیتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک ہر دور میں سب سے بڑی کامیابی اپنے ایمان کو سلامت رکھنا ہے۔

(3) توقف، تأنّی اور جلد بازی سے اجتناب: فتنوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو فوری ردِ عمل، جذباتی فیصلوں اور عجلت آمیز اقدامات پر آمادہ کرتے ہیں؛ جبکہ سلفِ صالحین کا منہج اس کے برعکس توقف، تدبر اور تانّی پر قائم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ فتنوں کے ایام میں جذبات بھڑک اٹھتے ہیں، عقلیں متاثر ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات انسان حق کی حمایت کے گمان میں ایسے راستے پر چل پڑتا ہے جو انجام کے اعتبار سے مزید فساد کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے: **ان بین یدی الساعة أمور مشتبهات فعليكم بالتودة** (مصنف ابن أبی شیبہ) عنقریب قربِ قیامت کچھ ایسے مشتبہ امور پیدا ہوں گے، جن میں حق وباطل کا فرق مشکل ہو جائے گا پس تم پر لازم ہے کہ تم سنجیدگی بردباری اور صبر وتحمل سے کام لو پس تم پر لازم ہے کہ ٹھہراؤ اور احتیاط اختیار کرو۔

یہی وہ بصیرت تھی جس نے سلف کو جذباتی ہیجان سے محفوظ رکھا۔ وہ ہر معاملے میں جلد بازی کے بجائے اس کے شرعی حکم، ممکنہ نتائج اور امت پر مرتب ہونے والے اثرات کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہر وہ اقدام جو ابتدا میں اصلاح دکھائی دے، ضروری نہیں کہ انجام کے اعتبار سے بھی خیر ہی پر مشتمل ہو؛ بلکہ بعض اوقات عجلت کا ایک قدم فساد کے کئی دروازے کھول دیتا ہے۔

اسی لیے سلف فتنوں کے زمانے میں خاموش غور وفکر، اہلِ علم سے رجوع اور نتائج پر نظر رکھنے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک تانّی کمزوری نہیں، بلکہ بصیرت کی علامت تھی؛ کیونکہ جو شخص ہر آواز پر لبیک کہنے کے بجائے حکمت اور تدبر کے ساتھ قدم اٹھاتا ہے، وہی فتنوں کی تاریکی میں سلامتی کی راہ پا لیتا ہے۔

(4) اپنی اصلاح کو مقدم رکھنا: فتنوں کے زمانے میں سلفِ صالحین کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ وہ عالمی اصلاح سے پہلے ذاتی اصلاح کو مقدم رکھتے تھے؛ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو شخص اپنے نفس کی تربیت، اپنے ایمان کی حفاظت اور اپنے باطن کی اصلاح نہ کر سکا، وہ دوسروں کے لیے بھی پائیدار خیر کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ اسی لیے وہ فتنوں کے اوقات میں سب سے پہلے اپنے قلب، اپنے گھر اور اپنی عبادت کی نگرانی کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: **عليك بأمر خاصة نفسك، ودع عنك أمر العامة** (السلسلة الصحيحة للالبانی: 206) ''تم اپنی فکر کرو، اور عوام کے معاملات کو چھوڑ دو۔

اس ارشاد کا مقصد امت کے مسائل سے بے تعلقی نہیں، بلکہ یہ تعلیم دینا ہے کہ جب حالات اس قدر بگڑ جائیں کہ نصیحت بے اثر ہو جائے، اور مداخلت مزید فساد کا سبب بننے لگے، تو انسان سب سے پہلے اپنے ایمان، اپنی اولاد، اپنے گھر اور اپنی عبادت کی حفاظت کرے۔ کیونکہ بیرونی طوفانوں کے مقابلے میں باطن کا استحکام ہی کشتی ایمان کا اصل سہارا بنتا ہے۔

سلف جانتے تھے کہ فتنوں کے ایام میں سب سے بڑی کامیابی لوگوں پر غلبہ پانا نہیں، بلکہ اپنے نفس کو گمراہی، خواہشات اور اضطراب سے محفوظ رکھنا ہے۔ اسی لیے وہ خلوت، عبادت، دعا، تلاوت اور محاسبہ نفس کو اختیار کرتے تھے، تاکہ دل فتنوں کی گرد سے محفوظ اور ایمان یقین کی روشنی سے منور رہے۔

(5) لزومِ سنت اور منہجِ صحابہ سے وابستگی:

فتنوں کے پُر آشوب ادوار میں سلفِ صالحین کی سب سے مضبوط پناہ گاہ کتابُ اللہ، سنتِ رسول ﷺ اور فہمِ صحابہ تھا۔ وہ فتنوں کے ہجوم میں نئے راستے تلاش کرنے، جذباتی نعرے بلند کرنے یا عقلِ محض کو میزان بنانے کے بجائے اسی شاہراہ کو لازم پکڑتے تھے جس پر خیر القرون گامزن تھے؛ کیونکہ ان کے نزدیک نجات کا راستہ وہی ہے جسے وحی نے روشن کیا اور صحابہ کرامؓ نے عملاً اختیار کیا۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: **اصبر نفسك على السنة، وقف حيث وقف القوم** (الشريعة للآجری، ج:۲، ص:۶۷۶) ''اپنے آپ کو سنت پر ثابت رکھو، اور وہیں رک جاؤ جہاں سلف رکے تھے۔''

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: **أصول السنة عندنا التمسك بما كان عليه أصحاب رسول الله** (الاعتقاد للالکائی: ج:۱، ص:۱۵۶)

ہمارے نزدیک سنت کے بنیادی اصولوں میں سے یہ ہے کہ اس طریقے کو مضبوطی سے تھاما جائے جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ فتنوں کے گرد وغبار میں یہی منہج چراغِ ہدایت بنتا ہے، اور

اضطراب وانتشار کے سمندر میں یہی ساحلِ نجات دکھاتا ہے۔ کیونکہ جب آراء متصادم ہوں، خواہشات غالب آجائیں اور حقائق مشتبہ ہوجائیں، تب کتاب وسنت اور فہمِ صحابہ ہی وہ میزان ہے جو انسان کو افراط وتفریط سے بچا کر صراطِ مستقیم پر قائم رکھتی ہے۔

فتنوں سے حفاظت کے باطنی اسباب: فتنوں کے اوقات میں انسان عموماً ظاہری اسبابِ نجات کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے؛ حالاں کہ قرآن وسنت اور منہجِ سلف کی روشنی میں دیکھا جائے تو فتنوں سے اصل حفاظت کا سرچشمہ باطنی استحکام، ایمانی قوت اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق ہے۔ جب باہر کا ماحول اضطراب، اشتعال اور انتشار سے بھر جائے تو بندۂ مومن کے لیے سب سے محفوظ پناہ گاہ اپنے باطن کی اصلاح، قلب کی طہارت اور ربِ کریم سے تعلق کی تجدید ہے۔ یہی وہ داخلی حصار ہے جو انسان کو فتنوں کی یلغار سے محفوظ رکھتا ہے۔

سلف صالحین اس حقیقت سے خوب آگاہ تھے کہ ظاہری فساد کے مقابلے میں محض ظاہری تدابیر کافی نہیں ہوتیں؛ اس کے لیے روحانی استحکام، عبادت کا ذوق، دعا کی حرارت اور صبر واستقامت کی قوت درکار ہوتی ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے فتنوں کے زمانے میں اپنے تعلق باللہ کو مزید مضبوط کیا، عبادت میں انہماک بڑھایا، دعاؤں کا اہتمام کیا اور صبر واستقامت کو لازم پکڑا۔

(1) صبر و استقامت — اہلِ ایمان کا سب سے مضبوط سہارا: فتنوں کے دور میں پہلا اور بنیادی باطنی زادِ راہ صبر ہے۔ صبر محض خاموشی کا نام نہیں، بلکہ یہ ایمان پر ثابت قدم رہنے، جذباتی ردِّعمل سے بچنے، اور اللہ کے فیصلوں پر رضا وتسلیم کے ساتھ شرعی حدود میں رہ کر حکمت کے ساتھ قدم اٹھانے کا نام ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نجات کو ان کے صبر سے جوڑا، فرمایا: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا (الاعراف:137) ''اور بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کا اچھا وعدہ پورا ہوا، اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا۔''

اسی حقیقت کو امام آجریؒ نے الشریعۃ میں حضرت حسن بصریؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یزید بن مہلب کے زمانے کے اضطراب میں جب ایک جماعت ان کے پاس آئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو لازم پکڑو اور دروازے بند کرلو، پھر ارشاد فرمایا: واللہ لو أن الناس اذا ابتلوا من قبل سلطانهم صبروا، ما لبثوا أن يرفع الله ذلك عنهم، وذلك منهم يفزعون الى السيف، فيوكلون اليه (الآجری، الشریعۃ، ص:374) ''اللہ کی قسم! اگر لوگ اپنے حکمرانوں کی طرف سے پہنچنے والی آزمائش پر صبر کریں تو زیادہ دیر نہ گزرے کہ اللہ ان سے وہ مصیبت دور کردے؛ لیکن یہ لوگ تلوار کی طرف لپکتے ہیں، تو پھر اسی کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔''

یہ کلمات نہایت عمیق بصیرت کے حامل ہیں۔ ان میں یہ حقیقت مضمر ہے کہ جذباتی اقدام اکثر فساد کو بڑھا دیتے ہیں، جب کہ صبر، حکمت اور تدریج اصلاح کے دروازے کھولتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دین پر استقامت کی دشواری بیان کرتے ہوئے فرمایا: **يأتي على الناس زمان، الصابر فيهم على دينه كالقابض على الجمر** (جامع الترمذی، رقم: 2260) ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت اپنے دین پر قائم رہنے والا ایسے ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارا تھامنے والا۔''

یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ پُرفتن دور میں استقامت آسان نہیں؛ لیکن یہی دشوار راستہ قربِ الٰہی اور نجات کا راستہ ہے۔

(2) عبادت — فتنوں کی تاریکی میں چراغِ ہدایت

جب فتنے عام ہوتے ہیں تو دل منتشر، ذہن پراگندہ اور طبیعتیں بے قرار ہوجاتی ہیں۔ ایسے میں عبادت نہ صرف قلبی سکون کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ ایمان کو تازگی، روح کو قوت اور نفس کو اعتدال بخشتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **العبادة في الهرج كهجرة الي** (صحیح مسلم، رقم: 2948) ''فتنہ وفساد کے زمانے میں عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔''

اس حدیث میں عبادت کی غیر معمولی فضیلت کا راز یہی ہے کہ جب عام لوگ غفلت، اضطراب اور دنیا کے ہنگاموں میں الجھے ہوں، اس وقت جو بندہ اللہ کے حضور جھک جائے، وہ درحقیقت اپنے آپ کو فتنوں کے بہاؤ سے نکال کر رحمتِ الٰہی کے حصار میں لے آتا ہے۔

سلف صالحین کا حال یہ تھا کہ جب فتنوں کی گرد اٹھتی تو وہ اپنے قلوب کو ذکرِ الٰہی سے زندہ کرتے، راتوں کو قیام میں گزارتے، تلاوتِ قرآن میں انہماک بڑھاتے اور اپنے باطن کو عبادت کی حرارت سے مضبوط بناتے۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز، روزہ، صدقہ، ذکر، تلاوت اور قیام اللیل فتنوں کے مقابلے میں محض نیک اعمال نہیں بلکہ ایمان کے حفاظتی حصار ہیں۔

(3) دعا، استعاذہ اور استغفار: فتنوں سے حفاظت کا ایک عظیم ذریعہ دعا ہے؛ کیونکہ فتنہ دلوں کا امتحان ہے، اور دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جس طرح چاہے پھیر دے۔ اس لیے بندۂ مومن کا سب سے بڑا سہارا اپنے رب کی بارگاہ میں عاجزی، الحاح اور استعاذہ ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن** (صحیح مسلم، رقم: 2867) ''اللہ کی پناہ مانگو ان تمام فتنوں سے جو ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں۔'' چنانچہ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا۔

تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن ''ہم ظاہر وباطن تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو جو حکمت اور جامعیت سے بھرپور دعائیں سکھائی گئیں۔ وہ فتنوں کے باب میں غیر معمولی رہنمائی رکھتی ہے: اللهم انی أسألک فعل الخيرات، وترک المنکرات، وحب المساکین، واذا أردت بعبادک فتنة فاقبضني اليک غير مفتون. (جامع الترمذی، رقم: 3235، وصححہ الالبانی) ''اے اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کی توفیق، برائیوں سے اجتناب، مسکینوں کی محبت کا سوال کرتا ہوں، اور جب تو اپنے بندوں کو کسی فتنے میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس فتنے میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلا لینا۔''

(4) قرآن، توبہ اور استغفار کی طرف رجوع:

فتنوں کے دور میں انسان کا سب سے بڑا سرمایہ رجوع الی اللہ ہے۔ قرآن دلوں کا نور، فکر کی رہنمائی اور شبہات و شہوات دونوں کے لیے شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ (المائدہ: 15-16) ''تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے، اللہ اس کے ذریعے اپنی رضا کے طالب لوگوں کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے۔''

اسی طرح استغفار عذاب اور آزمائشوں کو دور کرنے کا عظیم ذریعہ ہے۔ فرمایا: وَمَا كَانَ اللّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال: 33) ''اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جبکہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔''

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ جب امت اجتماعی طور پر اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع ہوتی ہے تو رحمت کے دروازے کھلتے ہیں اور آزمائشوں کی شدت کم ہوتی ہے۔ فتنوں سے محفوظ رہ جانا محض عقل و تدبیر کا نتیجہ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور سعادت مندی کی علامت ہے۔ اسی لیے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ان السعيد لمن جُنّبَ الفتن (سنن ابی داود: 4263) ''بلاشبہ سعادت مند وہ ہے جو فتنوں سے بچا لیا جائے۔''

نبی کریم ﷺ نے اس جملے کو تین مرتبہ دہرا کر اس حقیقت کو مزید موکد فرما دیا کہ فتنوں کے زمانے میں اصل کامیابی شہرت، غلبہ یا کثرتِ کلام نہیں، بلکہ ایمان کی سلامتی، دل کا استحکام اور دین پر ثابت قدمی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سلفِ صالحین کے متوازن منہج کو اختیار کرے، کتاب وسنت سے مضبوط وابستگی قائم رکھے، اور ہر ایسے قول و عمل سے بچے جو فتنہ و فساد کو ہوا دینے کا سبب بنے۔ اور آپسی انتشار کو بڑھاوا دے۔ کیونکہ نجات کا راستہ ہمیشہ اعتدال، بصیرت اور اتباعِ حق ہی سے روشن ہوتا ہے۔ ☆☆

(بقیہ صفحہ 9 کا)

آج ان دینی مدارس کی معنویت وضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے تاکہ یہ امت مسلمہ کو داخلی وخارجی فتنوں سے محفوظ رکھ سکیں اور معاندین اسلام کا علمی سطح پر مقابلہ کر سکیں، مسلمانوں میں عام تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ بن سکیں اور اس زبان اردو کی ترویج واشاعت ہو سکے جس سے مسلمانوں کا گہرا تعلق ہے اور ان کا ملی تشخص وابستہ ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے ملک میں بے شمار درس گاہیں اور ان میں مسلسل اضافے ہو رہے ہیں۔ لیکن جہاں تک حصول مقاصد اور بہتر نتائج کا تعلق ہے وہ کچھ زیادہ تسلی بخش اور حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ معیاری تعلیم کی پستی اور ایمانی وروحانی ماحول کی کمی کا احساس دامن گیر ہے، اس کے باوجود ہم مایوس بھی نہیں ہیں، احساس زیاں بھی ہے اور اپنی کوتاہیوں کا اعتراف بھی۔

ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ درس گاہوں میں بیک وقت تعلیم وتربیت دونوں طرف خصوصی توجہ دیں ان میں سے کسی ایک پہلو کی جانب بھی توجہ میں کوتاہی ہوئی تو مقصد کا حصول مشکل ہو جائے گا یا پھر ہم اپنے مقصد کے حصول میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے مدارس سے ہر سال فارغین کی اچھی خاصی تعداد سند فراغت حاصل کرتی ہے اس کے باوجود مدارس ومساجد، منبر ومحراب اچھے اساتذہ، دردمند دعاۃ کی کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔

آہ وہ زمانہ کیا ہوا جب میری آہ میں اثر تھا
وہی چشم ضوفشاں تھی وہی دل وہی جگر تھا

بچوں کی تعلیم وتربیت میں اساتذہ کا کردار بہت اہم ہوتا ہے وہ طلبہ کے لئے ماڈل ہوتے ہیں۔ اس لئے اساتذہ کرام کو بھی چاہیے کہ وہ علم کے ساتھ پیکر عمل ہوں ان کے اندر علم وعمل دونوں طریقے سے بچوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہو اس لئے کہ بچے جو دیکھتے ہیں اسی کو اپناتے ہیں ان کا دماغ ایک کینوس (Canvas) کی طرح ہوتا ہے جس میں تصویریں نقش ہوتی رہتی ہیں۔ وہ انتہائی محنت وسیع مطالعہ سے اپنے دروس کو تیار کریں اور طلبہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں، ان کی غلطیوں کی اصلاح غلط انداز سے نہیں بلکہ حکمت وخیر خواہی کے جذبے سے کریں اور طلبہ کے درمیان ایسی سادہ وسلیس زبان استعمال کریں جو طلبہ کے لئے قابل فہم ہو اور اس انداز سے پیش کریں کہ طلبہ کے دل میں اتر جائے، اس کی زبان میں مٹھاس ہو اور اس کی باتیں بچوں کے دل کو اپیل کرنے والی ہوں۔ اساتذہ کی اہمیت اور طلبہ کی تربیت میں ان کے عظیم کردار کو شاعر مشرق کا انداز موثر دیکھیں۔

مقصود ہو گر تربیت لعل بدخشاں
بے سود ہے بھٹکے ہوئے خورشید کا پرتو
(اقبالؔ)

یعنی اگر استاد صحیح روشنی نہ دے سکے تو لائق طالب علم بھی بھٹک جائے گا۔

ا-پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چارعدد، ایک چپکائیں اور ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲-چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

فارم درخواست

بائیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

سال: ۱۴۴۸ھ-۲۰۲۶ء

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار
جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
فون: 011-43259001

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام امیدوار (اردو میں):.......................والد کا نام (اردو میں).......................

نام امیدوار (انگریزی میں):.......................والد کا نام (انگریزی میں).......................

تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں: [ ] [ ] [20] لفظوں میں:.......................

پیشہ:.......................مقام عمل:.......................

منسلکہ تعلیمی اسناد:.......................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):.......................

فون:.......................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):.......................فون:.......................

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام و پتہ:.......................

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)۔

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:.......................

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:.......................

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلہ کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:.......................

ا:-مکمل حفظ قرآن ۲:-بیس پارے ۳:-دس پارے ۴:-پانچ پارے ۵:-ناظرہ قرآن کامل ۶:-ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:.......................

آپ کس اصول قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)۔

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازما منسلک کیجیے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:.......................

اقرار نامہ:

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:.......................دستخط:.......................تاریخ:.......................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:.......................منصب:.......................تصدیق کنندہ کے دستخط:.......................تاریخ:.......................

ادارہ/تنظیم:.......................مہر:.......................

برائے دفتری امور

ا-یہ درخواست مؤرخہ.......................کو موصول ہوئی۔ وصول کنندہ کا دستخط.......................

۲-برائے زمرہ:....................... ۳-درخواست منظور/نامنظور

۴-نامنظوری کی وجہ:....................... دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:.......................

حافظ شاہ فہد سنابلی

بچیوں کی نظموں، تقاریر اور تلاوت کو سوشل میڈیا پر نشر کرنے کا شرعی جائزہ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيدنا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين.

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو کامل اور متوازن بنایا ہے۔اس نے عورت کو وہ تمام حقوق عطا کیے ہیں جن کی اسے ضرورت ہے، اور اس کی عزت، حیا اور عفت کی حفاظت کے لیے ایسے اصول وضوابط مقرر فرمائے ہیں جو دنیا کے کسی اور نظام میں اس جامعیت کے ساتھ نہیں ملتے۔شریعت نہ عورت کو معاشرے سے کاٹتی ہے اور نہ اسے بے قید آزادی دیتی ہے، بلکہ ہر معاملے میں اعتدال، وقار اور تقویٰ کی تعلیم دیتی ہے۔

آج ذرائع ابلاغ، خصوصاً سوشل میڈیا، زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے۔ بظاہر یہ دعوت، تعلیم اور ابلاغ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ایسے بہت سے مفاسد بھی پیدا ہوئے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی تناظر میں یہ سوال نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ مدارسِ نسواں میں طالبات کی نظمیں، تقاریر، تلاوت اور دیگر پروگراموں کو ریکارڈ کر کے سوشل میڈیا پر نشر کرنا شرعاً کس حد تک درست ہے؟

اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے چند بنیادی شرعی اصولوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

پہلا اصول : عورت کی آواز بذات خود پردہ نہیں ہے۔

اسی لیے شریعت نے عورت کو دینی اور دنیاوی معاملات میں سوال کرنے، جواب دینے اور ضرورت کے مطابق گفتگو کرنے کی اجازت دی ہے۔صحابیاتِ کرام رضی اللہ عنہن رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست دینی مسائل دریافت کرتی تھیں، اور آپ ﷺ ان کے سوالات کے جواب ارشاد فرماتے تھے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ (الاحزاب:۵۳)

اس آیت میں بھی گفتگو سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ پردے کے ساتھ گفتگو کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔

اسی طرح عورت کو گواہی دینے کی اجازت ہے، بیع وشراء کی بھی اجازت ہے۔ یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ عورت کی آواز فی نفسہ ممنوع نہیں۔

دوسرا اصول : شریعت نے آواز کے استعمال کے آداب مقرر کیے ہیں۔

اگرچہ عورت کی آواز بذاتِ خود پردہ نہیں، لیکن شریعت نے اس کے استعمال کے لیے واضح حدود بھی مقرر فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفاً (الاحزاب:۳۲)

اس آیت میں عورت کو گفتگو سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ گفتگو کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے۔

اہلِ علم نے اس آیت کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ عورت کا گفتگو میں ایسا نرم، دل کش اور پرکشش لہجہ اختیار کرنا جس سے فتنے کا اندیشہ ہو، جائز نہیں۔

اسی طرح غیر ضروری بے تکلفی، آزادانہ انداز اور ایسا طرزِ گفتگو جو اجنبی مردوں کے ساتھ مناسب نہ ہو، شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

البتہ ضرورت؛ تعلیم، دعوت اور اصلاح کے لیے شرعی آداب کی پابندی کے ساتھ گفتگو کی گنجائش موجود ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے صرف آواز کے جواز کو نہیں دیکھا بلکہ اس کے انداز، ماحول اور نتائج کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

تیسرا اصول: شریعت اسباب فتنہ سے بھی حفاظت کرتی ہے۔

اسلام کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ جن امور سے فتنے اور فساد کا اندیشہ ہو، ان سے بھی اجتناب کیا جائے۔

اسی لیے اہلِ علم نے یہ اصول بیان کیا ہے ''درء المفاسد مقدم على جلب المصالح'' یعنی مفاسد کو روکنا، مصالح کے حصول پر مقدم ہے۔

اسی طرح فقہاء کا یہ مشہور قاعدہ بھی ہے ''الوسائل لها احكام المقاصد'' یعنی وسائل کا حکم اپنے مقاصد کے تابع ہوتا ہے۔

چنانچہ کسی بھی نئے ذریعے کے بارے میں صرف یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ اس کے نتائج کیا ہیں، اور وہ خیر کا ذریعہ بن رہا ہے یا فتنے کا۔

سوشل میڈیا کا مسئلہ:

یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ سوشل میڈیا کی نوعیت عام حالات سے مختلف

ہے۔ جب کسی بچی کی نظم، تقریر یا تلاوت سوشل میڈیا پر نشر کی جاتی ہے تو وہ ایک مستقل ریکارڈ بن جاتی ہے۔ اسے دنیا کے کسی بھی حصے میں، کسی بھی وقت سنا اور دیکھا جا سکتا ہے۔ محرم و نامحرم، نیک و بد، ہر طرح کے لوگوں کی اس تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اسے محفوظ کیا جا سکتا ہے، مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور بار بار نشر بھی کیا جا سکتا ہے۔

بیمار دلوں کی طرف سے وہ مشق ستم بن سکتی ہے، دل پھینک قسم کے عناصر کے آزار الگ طرح کے ہیں، ایک خاص حلقے میں اس کے تجربات گذرتے رہتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ

سوشل میڈیا کے تبصرے، شیئرنگ اور دیگر ذرائع بعض اوقات ایسے نتائج پیدا کرتے ہیں جو طالبات کے وقار اور حیا کے خلاف ہوتے ہیں۔

اسی لیے اس مسئلے کو محض آواز کے جواز تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے نتائج اور مفاسد کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔

شریعت کا عمومی مزاج:

شریعتِ اسلامیہ کے عمومی مزاج پر بھی غور کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو عظیم مقام عطا فرمایا، اسے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی، دعوت و اصلاح کے مواقع عطا کیے، لیکن بعض ایسے مناصب جو عمومی اعلان اور عوامی ظہور سے متعلق تھے، انہیں مردوں کے ساتھ خاص رکھا۔ چنانچہ کسی خاتون کو منصبِ نبوت نہیں دیا گیا، عورت کو اذان کا مکلّف نہیں بنایا گیا، وہ مردوں کو جمعہ کا خطبہ نہیں دیتی، نکاح کا خطبہ مردوں کے مجمع میں نہیں دیتی، اور مردوں کی امامت بھی اس کے لیے مشروع نہیں۔

یہ تمام احکام اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شریعت عورت کی عزت، حیا اور وقار کی حفاظت کو غیر معمولی اہمیت دیتی ہے، اور اسی عمومی مزاج کی روشنی میں سوشل میڈیا پر بچیوں کی نظموں، تقاریر اور تلاوت کی تشہیر کے مسئلے کو بھی دیکھا جانا چاہیے۔

موجودہ صورت حال اور ہماری ذمہ داری:

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عصرِ حاضر میں بعض دینی اداروں میں بھی ایسے رجحانات پروان چڑھتے دکھائی دیتے ہیں جو اسلامی مزاجِ حیا اور روایاتِ پردہ سے پوری طرح ہم آہنگ محسوس نہیں ہوتے۔ یہ صورتِ حال اس لیے زیادہ باعثِ تشویش ہے کہ دینی ادارے محض تعلیم گاہیں نہیں، بلکہ وہ اسلامی تہذیب، اخلاق اور کردار کے محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ اس لیے یہاں پیدا ہونے والی ہر تبدیلی پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے۔

آج بعض مقامات پر طالبات کی تلاوت، نعت، نظم یا شاعری کو مردوں پر مشتمل اجتماعات میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ان پروگراموں کی ویڈیوز اور تصاویر کو سوشل میڈیا پر عام کیا جاتا ہے، جہاں وہ ایک محدود مجلس سے نکل کر ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد تک پہنچ جاتی ہیں۔ وہاں اس طرزِ عمل نے حیا اور پردے کے اس فطری احساس کو کمزور کرنے کا اندیشہ پیدا کر دیا ہے جو اسلامی معاشرے کی بنیادی خصوصیت رہا ہے۔

اسی طرح بعض اداروں میں طالبات کی اندرونی اور نجی تقریبات میں بھی غیر ضروری طور پر مرد اساتذہ یا منتظمین کی طویل موجودگی معمول بنتا جا رہا ہے۔ بے تکلفی کا یہ ماحول، خواہ نیت کے اعتبار سے کتنا ہی بے غرض کیوں نہ ہو، رفتہ رفتہ، ان حدود کو مدہم کر دیتا ہے جن کی حفاظت شریعت نے نہایت حکمت کے ساتھ ضروری قرار دی ہے۔

مزید تشویش کی بات یہ ہے کہ بعض تقریبات میں طالبات سے اسٹیج کی سرگرمیاں، ایکشن ڈرامے یا ایسی نمائشی سرگرمیاں کرائی جاتی ہیں جن میں حرکات و سکنات نمایاں ہوتے ہیں، اور پھر انہیں سوشل میڈیا کے ذریعے وسیع پیمانے پر نشر کیا جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل دینی اداروں کے سنجیدہ وقار اور اسلامی ماحول سے مطابقت نہیں رکھتا، بلکہ غیر محسوس انداز میں اظہار و نمائش کی ایسی فضا پیدا کرتا ہے جس سے بچنے کی تعلیم خود دینی ادارے دیتے رہے ہیں۔

یہاں اصل مسئلہ کسی ایک ادارے یا چند واقعات کا نہیں، بلکہ ایک ایسے رجحان کا ہے جس پر بروقت اگر توجہ نہ دی گئی تو آہستہ آہستہ دینی اداروں کی شناخت اور ان کے امتیازی مزاج کو متاثر کر سکتا ہے۔ دینی تعلیم کا مقصد صرف علم منتقل کرنا نہیں، بلکہ ایسا ماحول فراہم کرنا بھی ہے جس میں حیا، وقار، احتیاط اور شرعی حدود کا شعور عملی صورت میں پروان چڑھے۔ اگر انہی اداروں میں یہ حدود بتدریج کمزور ہونے لگیں تو یہ ایک ایسی ناروا تبدیلی ہوگی جس کے برے اثرات آئندہ نسلوں تک محسوس کیے جائیں گے۔

اس لیے موجودہ صورتِ حال کا تقاضا ہے کہ اس مسئلے کو جذبات یا شخصیات کی عینک سے نہیں، بلکہ خیر خواہی، دردِ امت اور اصلاح کے جذبے کے ساتھ دیکھا جائے۔ دینی اداروں کا وقار اسی میں ہے کہ وہ ہر اس رجحان کا سنجیدگی سے جائزہ لیں جو اسلامی حیا، پردے اور دینی مزاج کے منافی محسوس ہوتا ہو، اور اپنی عملی پالیسیوں کو ہمیشہ ان اعلیٰ اسلامی اقدار کے تابع رکھیں جن کے تحفظ کی ذمہ داری انہی اداروں کے کندھوں پر ہے۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. آمین۔

☆☆☆

اسعد اللہ ابن محمد عمر ندوی، جے این یو، نئی دہلی

اسلام کے تعارف میں مصنوعی ذہانت کا کردار

ہر دور میں ماحول ومزاج اور زمان ومکان کے حساب سے ایجادات واختراعات حسب امکانات اور قدرات ہوتے رہے ہیں اور پروان چڑھتے رہے ہیں۔فکر و فن،منطق وفلسفہ،سائنس اور ٹیکنالوجی جیسے نت نئے علوم وفنون کا وجود اور فروغ بھی اسی کے مرہون منت ہے۔اس پر جمود وتعطل،اس کی روک تھام اور سد باب کی ہر کوشش ناکام رہی۔کرنے والے اپنا کام کر لے گئے اور اپنی استطاعت بھر اسے پھیلایا اور اپنا کلمہ بھی پڑھایا اور سکہ بھی جمایا۔دین پسندوں،اخلاق وانسانیت کے نمائندوں،علماء و حکماء،حکومتوں یا ملتوں اور انجمنوں کو منہ کی کھانی پڑی۔اور اہل زمانہ کو منمانی،مطلب براری یا اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کی دھن،لگن اور محنت ومشن نے ان کو کوئی ایک منفی پہلوؤں پر غور کرنے اور سوچنے سمجھنے کا موقع دیا اور نہ وہ اس کے اہل ومکلّف تھے۔ان کو عقل وعلم نے جس طرح رہنمائی کی اور وہ جہاں تک اپنے ان اختراعی،تخلیقی اور علمی سفر میں بے تحاشا جا سکتے تھے خوب خوب رواں دواں رہے اور ان کو انسانی طاقت وہمت کی حد تک سیر کرنے کا موقع میسر ہوتا رہا ہے۔ان کو کسی طرح کے تدرج،تأنی ،غور وفکر اور حزم واحتیاط کی سوجھی تک نہیں کہ وہ اس دنیا کے لوگ تھے ہی نہیں۔لہٰذا نقصان اور بڑا خسارہ دین واخلاق کا ہوا۔جو انسانیت کا اصل خسارہ ہے۔

قرون ماضیہ میں بہت سے کلیساؤں کے رہبان،ملل ونحل کے رہنماؤں،دیوی دیوتاؤں،مذہبی پیشواؤں اور حکمرانوں نے علم وتحقیق اور ایجاد واختراع کے تئیں یہی منفی سمت یا کم از کم غفلت ولاتعلقی،ناعاقبت اندیشی اور معاندت ومقاومت کا طریقہ اپنایا اور سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔کتنے ہی علم وفن کے ماہرین ان طلسمات وخرافات کے ہتھے چڑھ گئے اور کتنی ہی حکمتیں اور علوم واختراعات اس جہل ودقیانوسی کی نذر ہو گئے اور حرم پیر حرم کی کم نگاہی سے رسوا ہوا۔

موجودہ دور میں منجملہ بہت سے سائنسی وعلمی ترقیات وایجادات کے مصنوعی ذہانت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔یہ کمپیوٹر سائنس کی بہت بڑی اانقلابی اور حیرت انگیز ایجاد ہے کہ اس نے ہر میدان میں جس تیزی سے ترقی کی ہے اور اپنی بے جان مگر بہت سے جاندار،شاندار وجی دار کو ناکارہ بنا دیا ہے اور اپنے کو سکہ رائج الوقت بنا دیا ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ آپ کے مفروضات،اعتراضات اور اندیشوں کے علی الرغم اپنا لوہا منوا چکا ہے۔ایسے میں مسلمانوں خصوصا علماء،فقہاء،محققین،مومنین صادقین اور طالبان علوم دین کا فرض بنتا ہے کہ دیگر سلبیات جو ڈائرکٹ آپ علماء سے تعلق نہیں رکھتے گرچہ" **العالم خبير بزمانه** "،"**الناصح الامين** "اور خیر امت کے پیشوا ہونے کے ناطے دراصل آپ مکلّف ان سب ارشادات اور اصلاحات کے ہیں اور وارث انبیاء ہیں اور خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانیت کا سب سے اہم بیڑا اٹھانے والے اور انسانیت اور امت کے تئیں ذمہ دار ومسئول علمائے دین سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔لہٰذا حقیقتاً آپ ہی اس کے بھی مکلّف ہیں۔سر دست فرض عین،فرض کفایہ اور مکلفین اور ان کے اقسام سے قطع نظر زیر نظر مضمون "اسلام کے تعارف میں مصنوعی ذہانت کا کردار" کم از کم دینی عقائد وایمانیات،احکام،روایات واحادیث اور اس کے تمام متعلقات تمام علوم،فقہ وفتاویٰ اور دینی علوم ومعلومات کی درستگی،مراقبہ اور اس کو موثوق ومعتمد اور اتھینٹک بنانے اور جملہ خدشات اور اس سلسلہ کی معلومات جس سے AI کی دنیا بھری پڑی ہے اور اکثر غیروں کے فراہم کردہ ہیں وہ لاکھ مخلص،محنتی اور امین ہوں وہ اس کے اس کی روح وعلم کے حقیقی علمبردار نہیں ہیں۔لہٰذا ساری دنیا جو اسی کی طرف بھاگی بھاگی جا رہی ہے اور ہر لمحے برق رفتاری سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔اس میں ادنیٰ غلطی دین اسلامی کے تقدس،قرآن کی عظمت،حدیث کی حرمت،مرتبہ ومقام اور فقہ وفتاویٰ کی اہمیت کو بٹہ لگا سکتی ہے۔کیوں کہ مصنوعی ذہانت دو دھاری تلوار ہے۔اس پر مخلصانہ اور مجاہدانہ محنت صرف نہ کی گئی تو ہماری حقیقی ذہانت وفطانت کا بڑا امتحان ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ حقیقت خرافات کی نذر ہو جائے اور مصنوعی وبے جان چیز جاندار اور حقیقت پر غالب آ جائے۔اس لیے ان جدید ایجادات میں سے کمپیوٹر سائنس کی ایک شاخ مصنوعی ذہانت کے سلسلہ میں بھی علماء اور امت کو اپنا فرض نبھانا چاہئے اور شریعت کے مزاج اور قاعدہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے جو چیز شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو نیز انسانیت کے لیے نقصان دہ نہ ہو اس کا استعمال جائز ہے اور بسا اوقات مستحسن ہے۔خصوصا اس تیز رفتار دنیا میں اور مقابلہ جاتی زندگی میں بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے، لیکن اس جواز واستحسان کو مطلق العنان نہیں چھوڑا جا سکتا،بلکہ ضروری ہے کہ علماء وباحثین ومکلفین مکمل طور پر اسی کے ہو کر نہ رہ جائیں اور اسی کو معتمد وموثق مان کر حرف آخر نہ سمجھ لیں اور اسی آلہ کے آلہ کار نہ بن جائیں۔اس سے قیود وشروط ساقط نہیں ہوں گے۔جیسے اذان واقامت وغیرہ کا کام دعوت وتبلیغ کے اور امکانیات کی کمی کی وجہ سے۔ مصنوعی ذہانت کے مواد کا چربہ تو نکالا جا سکتا ہے اور حوالہ بھی دینا ضروری ہے مگر بالکلیہ اعتماد کر لینا مصادر ومراجع سے مستغنی نہیں کر سکتا ہے۔ورنہ وہی لطیفہ حقیقت بن کر سامنے آ جائے گا۔

لطیفہ یہ ہے کہ جو قدیم عربی ادب کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک مسلم سیاح کسی شہر میں وارد ہوا۔ اس نے دیکھا کہ موذن صاحب ہاتھ میں پرچی لیے اسی میں دیکھ کر اذان دے رہے ہیں۔ سیاح بیحد برافروختہ ہوا اور مارے غصہ کے قاضی شہر کے پاس عدالت پہنچ گیا۔ کمرہ عدالت میں داخل ہوتے ہی ''السلام علیکم، ورحمۃ اللہ، وبرکاتہ'' قاضی نامدار کے گوش گذار کیا۔ اب قاضی صاحب بڑی عجلت میں کچھ تلاش کرنے لگے۔ تیزی سے ٹیبل کے دراج سے ایک ورقہ نکال کر اور پوری توجہ کاغذ پر مرکوز کرتے ہوئے پرچی کے حوالہ سے گویا ہوئے ''والسلام علیکم، ورحمۃ اللہ، وبرکاتہ''۔ یہ جو حالت سیاح نے قاضی شہر کی دیکھی تو الٹے پاؤں عدالت کے کمرے سے باہر بھاگے۔ کہ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں بھی سبحان اللہ۔ بلکہ چند قدم اس سے بھی جہالت ورذالت میں آگے۔ قاضی کا یہ حال ہے تو عوام سے کیا گلہ۔

محتسب گرمے خورد معذور دارد مست را

آج کل علامہ گوگل کے علماؤں، ملاؤں، قوالوں اور قیل وقال کے متوالوں کا حال اللہ تعالی نہ کریں کچھ ایسے ہی ہوا جا رہا ہے۔ بات قاضی وانصاف کی آ ہی گئی تو اس مصنوعی دنیا کے اختلاقی اور گڑھی وجعلی پہلو کو بھی۔ جو چنداں مستبعد نہیں ہے۔ ظن ہی کا درجہ دیا جائے گا کیوں کہ اس میں آواز کی نقالی اور مصنوعیت حقیقت کا روپ دھار لیتی ہے اور آڈیو اور ویڈیو میں اڈیٹنگ بھی ہوتی رہتی ہے۔ فافھم وفانتبہ۔ اسی طرح بہت سی افادہ واستفادہ کی راہیں مفتوح ومسدود وقت، حالات اور مسئولیت اور شرائط وحدود وقیود کی روشنی میں طے کی جا سکتی ہیں۔ مثلا ایک ادارہ کے ملازمین وکارکنان کو گوگل کی معلومات بشروط لینے کی اجازت ہو تو جائز ورنہ انتظامیہ کی طرف سے منع ہے تو جواز کا فتوئ نہیں دیا جا سکتا۔ گرچہ کہا یہ جا رہا ہے اور یہ امر مستبعد بھی نہیں ہے کہ انسانی حقیقی ذہانت کو مصنوعی ذھانت ٹکر دے گی اور پیچھے چھوڑ دے گی اور پتہ نہیں یہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم لکیر کے فقیر اور رٹے رٹائے طوطے کا آلہ کار اور کرائے کے ٹٹو بن جائیں۔

ضرورت یہ ہے کہ اس کی سلبیات جو بے شمار ہیں فحش، لایعنی امور، غلطی، تلبیس وتزویر، جعل سازی شر وفساد اور دین واخلاق کے خلاف باتوں سے بچتے ہوئے اس کی مثبت اور مفید باتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے نفس کا مراقبہ ومحاسبہ کرتے ہوئے اس پر بھی گہری نظر رکھے رہیں۔

سردست زیر نظر مضمون میں یہی بات موضوع بحث ہے جس کی طرف مولانا اسعد اللہ ابن محمد عمر ندوی صاحب وفقہ اللہ نے یہاں توجہ مبذول کی ہے اور اہمیت جتائی ہے۔ نزاکت سمجھائی ہے کہ اسلام کے تعارف میں مصنوعی ذہانت کا کیا کردار ہو، اسے حوالہ جریدہ ترجمان کیا جا رہا ہے۔ جو پہلے بھی اہل علم وفقہ وفتاویٰ کا دیر سے صحیح موضوع سخن، غور وفکر اور توجہ کا مرکز ومحور رہا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ عام انسانی زندگی کی معاشرت ومعیشت اور بطالت بے روزگاری وبیکاری وغیرہ وغیرہ پر کیا اثرات منفی وسلبی پڑ رہے ہیں اور مزید کیا کچھ ہونے والا ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا اور پڑھا جا چکا ہے، جو لائق اعتبار ہے۔

حفظ اللہ تعالیٰ الامة وعلمائها ومسئوليها مع مسئوليتها تجاه القضايا المعاصرة والمستجدة. والله ولي ذلك والقادر عليه. وصلى الله على النبي محمد وسلم وتسليما كثيرا (اصغر)

علم انسانی زندگی کی فلاح وبہبود اور ترقی کے لئے مہر درخشاں ہے جس کی چمک سے انسانی ذہن روشنی کشید کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے 'گمشدہ خزانے' سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا کہ 'الحکمۃ ضالۃ المومن' سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت مروی ہے جس کا مفہوم ہے کہ 'حکمت مؤمن کا گمشدہ خزانہ ہے'۔ اگر چہ اس روایت میں محدثین نے کلام کان ہے اور محقق عصر حافظ زبیر علی زئی نے انوار الصحیفہ صفحہ نمبر 527 میں اس کی سند کی تخریج کرتے ہوئے اسے ضعیف کہا ہے لیکن مفہوم کے اعتبار سے یہ بات انسانی علوم ومعارف میں اضافے کے لئے اہم ہے۔ یہ دنیا جس میں ہم بود وباش اختیار کرتے ہیں اس کے اپنے کچھ تقاضے ہیں جس سے اہل علم کو ہمیشہ وبصیرت اور آگہی حاصل کر کے اپنے علم کو مزید مضبوط کرتے رہنا چاہئے۔ دنیاوی ایجادات وکمالات انہیں میں سے ایک ہیں جن سے علمائے گرامی قدر کو استفادہ کرتے رہنا چاہئے تاکہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں ہم کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ موجودہ دنیا کا تقاضہ ہے کہ اہل علم معرفت اور صاحب بصریت افراد، جنہیں اس دنیا میں رہ کر اعلائے کلمۃ اللہ بلند کرنا ہے وہ اپنے آپ کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق اپ ڈیٹ کرتے رہیں۔ اس سے ایک طرف اہل سنت والجماعت کی صحیح ترویج واشاعت ممکن ہو سکے گی تو دوسری طرف قرآن وحدیث پر مبنی ذخیرے کو ہم دنیا کے سامنے محقق طور پر پیش کرنے کے اہل ہو سکیں گے۔ اس وقت جو جماعت قرآن وحدیث کی صحیح ترجمانی کے فرائض انجام دے رہی ہے اس کے لئے اہم ہے کہ وہ اس جانب توجہ مبذول کرے اور وقتاً فوقتاً اپنے یہاں جدید ٹکنالوجی اور ایجادات پر نظر رکھنے والے دانشوروں کو مدعو کرے اور محاضرہ کرائے اور انہیں مطالعہ کی ترغیب بھی دے۔ موجودہ دور مصنوعی ذہانت کا دور ہے اور ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے کہ یہ کیوں کر اسلام کی تبلیغ واشاعت میں امت کے لئے مفید اور کارآمد ہو سکتا ہے۔

مصنوعی ذہانت (Artificial Intellingence) اکیسویں صدی کی

سب سے انقلاب آفریں اور ہمہ گیر ٹیکنالوجی کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔اس نے نہ صرف صنعت وتجارت، علاج ومعالجہ، معیشت اور تعلیم کے میدانوں میں نئے افق روشن کئے ہیں، بلکہ معلومات کی تدوین، تحلیل، اور اشاعت کے انداز کو بھی بنیادی طور پر بدل کر رکھ دیا ہے۔اس ٹیکنالوجی کی آمد سے انسان کی فکری وعملی زندگی کا ہر گوشہ متاثر ہو رہا ہے۔اسلام ایک عالمگیر اور متحرک دین ہے، جس کا پیغام ہر دور اور ہر خطے کے انسانوں کے لئے ہے۔قرآن مجید کا اعلان ہے کہ 'اس کا پیغام تمام انسانوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے'۔اس عالمگیر وژن کا تقاضا ہے کہ مسلمان دور حاضر کے جدید ترین وسائل اور ٹیکنالوجی کو استعمال میں لاکر دین اسلام کی ترویج، اشاعت اور تحفظ کا فریضہ سر انجام دیں بلکہ صنعتی انقلاب اور انٹرنیٹ کے دور کی طرح، مصنوعی ذہانت کا دور بھی امت مسلمہ سے ایک فعال، متوازن اور دانشمندانہ ردِعمل کا تقاضا کرتا ہے۔مصنوعی ذہانت کے بنیادی شعبہ جات اور امکانات کے ضمن میں قرآن وحدیث کی خدمات اور تحقیقی پیش رفت پر کام ہونے لگا ہے۔اے آئی ماڈلز کی مدد سے قرآن مجید کے الفاظ، موضوعات، آیات کے باہمی ربط اور تفسیری نکات کو سیکنڈوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔علوم حدیث اور رجال کی تحلیل کی بات کی جائے تو تدوین حدیث، اسماء الرجال اور علل حدیث کے فنون میں مصنوعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے راویوں کے سلسلوں اور احادیث کے متن وسند کے جامع تقابلی جائزے کے لئے اسمارٹ ڈسٹری بیوٹڈ سسٹم موجود ہیں تاہم اس ضمن میں مزید پیش رفت کی جانی چاہئے تاکہ مستند اور حوالہ جات باتیں عوام کے سامنے آسکیں، خاص طور پر نئی نسل (Gen-Z) کے سامنے جس کا اوڑھنا بچھونا ہی اے آئی ہے اور وہ ہر بات کو گوگل اور اے آئی کی معرفت تصدیق کرنا چاہتی ہے۔

یہ بات ہمارے علمائے گرامی قدر کے ذہن میں ہونی چاہئے کہ مصنوعی ذہانت (AI) کی موجودہ لہر دنیا کے ہر شعبے کو تیزی سے بدل رہی ہے، اور اسلامی علوم ودعوت دین کے میدان میں بھی اس کے استعمال کے بے شمار مواقع پیدا ہو چکے ہیں۔اس جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے اسلام کی خدمت کے چند بنیادی اور موثر طریقے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر نئی نسل کے ذہنوں میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔موجودہ دور میں جو ایپ ہمارے سامنے ہیں ان میں صوتی تجوید اور تحفیظ کا ایپ جیسے کہ صوتی شناخت (Voice Recognition) اور نیچرل لینگویج پروسیسنگ (NLP) کے ذریعے اسمارٹ ایپس موجود ہیں جو قرآنی تلفظ، تجوید کے احکام اور مخارج کی تصحیح میں صارف (Users) کی رہنمائی کرتی ہیں۔یہ ایپ قاری کی تلاوت سن کر تجوید اور مخارج کی غلطیوں کی فوری نشاندہی کرتا ہے۔روایتی تلاش کے برعکس، مصنوعی ذہانت کے ذریعے مفہومی تلاش (Search Semantic) ممکن ہو چکا ہے، جس سے قرآن و حدیث کے ذخیرے سے کسی خاص موضوع پر تمام تر معلومات چند سیکنڈوں میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔جدید ترجمہ نگار ٹولز کی مدد سے اسلامی ادب، تفاسیر اور دیگر مواد کو دنیا کی درجنوں زبانوں میں فوری اور با آسانی منتقل کیا جا سکتا ہے۔قدیم فقہ کے وسیع ذخیرے اور مختلف مکاتب فکر کی کتابوں میں سے مشابہ نظائر (Precedents) تلاش کرنے کے لئے اے آئی کا استعمال مفتیان کرام کا وقت بچا سکتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کو عالمی اے آئی ماڈلز پر انحصار کرنے کے بجائے اپنا ایک محفوظ، مستند اور جامع ڈیٹا سیٹ تیار کرنا ہوگا، جس میں قرآن، کتب حدیث، تفاسیر اور مستند فقہی ذخیرے کو درست اعراب اور متن کے ساتھ شامل کیا جائے۔اس کے لئے ہمیں بین العلومی اشتراک (Interdisciplinary Collaboration) کی ضرورت ہوگی اور دینی مدارس کے علماء اور یونیورسٹیوں کے سافٹ ویئر انجینئر کے درمیان مضبوط رابطہ قائم کیا جائے، تاکہ ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ شرعی حدود کا پاس رکھا جا سکے۔مصنوعی ذہانت کے انسانی زندگی پر اثرات، کاپی رائٹس، ڈیٹا پرائیویسی یعنی رازداری سے متعلق اسلامی اخلاقیات کا جامع فریم ورک مرتب کیا جائے۔مصنوعی ذہانت کا دور مسلمان امت کے لیے ایک عظیم امتحان بھی ہے اور ایک بے مثالی موقع بھی۔اگر ہم محض اس ٹیکنالوجی کے صارف بنے رہے، تو ہمارے دینی وثقافتی وجود کو غیر مسلم ماڈلز کے ذریعے چیلنج کیا جاتا رہے گا۔لیکن اگر امت مسلمہ نے بصیرت، حکمت اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس میدان میں پیش قدمی کی، تو یہ ٹیکنالوجی اعلائے کلمۃ اللہ، اشاعت اسلام اور انسانوں کی ہدایت کا ایک بہترین اور مؤثر ذریعہ بن سکتی ہے۔ہم ایک ایسے جدید دور میں داخل ہو چکے ہیں جہاں مصنوعی ذہانت نے انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے کو متحرک اور متاثر کیا ہے۔اب یہ سوال نہایت اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ علم و دعوت، فقہ و قانون اور اسلامی علوم کی اشاعت میں مصنوعی ذہانت سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے۔

اسلامی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ وقت کے جدید ترین وسائل، چاہے وہ کاغذ کی صنعت ہو، پریس یا پرنٹنگ کی دنیا ہو، دین کی خدمت اور دعوت کے لئے استعمال کیا ہے۔موجودہ دور میں اے آئی کو دین اسلام کے پیغام کو عام کرنے، دینی علوم کی حفاظت اور عصر حاضر کے سوالات کے جوابات فراہم کرنے کے لئے ایک مؤثر ذریعے کے طور پر اپنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔جہاں مصنوعی ذہانت کے بے شمار فوائد ہیں، وہیں اس کے استعمال میں چند سنگین خطرات اور

چیلنجز بھی سامنے آتے ہیں مثال کے طور پر غلط معلومات اور غیر محقق احادیث کی فراوانی، کیوں کہ مصنوعی ذہانت خود سے علم نہیں رکھتا بلکہ انٹرنیٹ پر موجود ڈیٹا سے اخذ کرتا ہے اگر انٹرنیٹ پر غیر مستند یا معاندانہ مواد موجود ہو تو اے آئی غلط فتاویٰ یا تحریف شدہ معلومات پیش کر دیتا ہے۔ مصنوعی ذہانت کے پاس انسان کی طرح حکمت، تقویٰ، اور حالات کے سیاق وسباق (Context) کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس لیے فتویٰ سازی یا شرعی احکام کے استنباط کو مکمل طور پر ٹیکنالوجی کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ مزید یہ کہ اخلاقی وشرعی مسائل جنم لے رہے ہیں جس میں ڈیٹا کی پرائیویسی اور خود ساختہ ویڈیوز وآڈیو (Deep fakes) جیسی تحریف سے اخلاقی خطرات کا سامنا ہے۔ اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ مصنوعی ذہانت ایک دو دھاری تلوار کی مانند ہے جسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو یہ غلط معلومات اور گمراہی کے انتشار کا ذریعہ بن سکتا ہے، لیکن اگر اسے علم وحکمت، تقویٰ اور مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ عصر حاضر میں اسلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس میدان میں صرف صارف بن کر نہ رہیں بلکہ خود ٹیکنالوجی کے موجد اور نگراں بن کر سامنے آئیں تو اے آئی نظام کا پانسہ پلٹ بھی سکتا ہے۔ بقول ظفر علی خاںؔ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.300/-Net

(بقیہ صفحہ ۲۴ کا)

" كَانَ مَعَکَ مَلَکٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ ، فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ"

(اے ابوبکر! جب تک آپ خاموش تھے) ایک فرشتہ (آپ کی طرف سے) اس شخص کا جواب دے رہا تھا اور جب آپ نے جواب دے دیا تو شیطان آ پہنچا''
(رواہ احمد وحسنہ الالبانی فی المشکاۃ برقم:۵۱۰۲)

دیکھا آپ نے! خاموشی، صبر وتحمل اور اشتعال میں نہ آنے کا فائدہ کہ اللہ کی طرف سے فرشتہ جواب اور مقابلہ کے لیے مقرر ہوتا ہے، اس کے برعکس جواب دینے اور تو تو میں میں کرنے کی صورت میں فرشتہ غائب اور شیطان حاضر ہو جاتا ہے جس کا کام ہی انسانوں کو لڑانا اور ان کے درمیان دشمنی پیدا کرنا ہے۔ ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کے زبان درازی کرنے کی صورت میں اگر ہم خاموش رہے یا اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دیے تو اس میں ہماری بے عزتی یا ہار ہے، جب کہ درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے۔

مختصر یہ کہ عام مسلمانوں سے بالعموم اور رشتہ داروں سے بالخصوص میل جول قائم رکھنا، تعلقات استوار رکھنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، حسب استطاعت ان کی مدد کرنا، تحفے تحائف دینا ایک مومن کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اور اگر دوسروں کی طرف سے بد اخلاقی، نادانی اور تعلقات بگاڑنے والے کاموں کا صدور ہو، اور وہ لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہوں تو آدمی کو اپنی طرف سے بد اخلاقی اور زبان درازی نہیں کرنی چاہیے۔ صبر وتحمل اور عفو ودرگذر سے کام لیتے ہوئے حتی الامکان تعلقات کی بہتری کو برقرار رکھنا اور کشیدگی کا خاتمہ کرتے ہوئے صاحب معاملہ سے سلام کرنے میں پہل کرنا چاہیے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ٥ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ (حم السجدۃ ۳۴-۳۵)

''اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی (بلکہ دونوں میں بڑا فرق ہوتا ہے) برائی کو بھلائی سے دفع کرو (بدسلوکی کے بدلے میں اچھا سلوک کرو) پھر وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست۔ اور یہ چیز ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا''

یعنی برائی کو بھلائی سے ٹالنے کے خوبی اگرچہ نہایت مفید اور بڑی ثمر آور ہے لیکن اس پر عمل وہی کر سکیں گے جو صابر ہوں گے، غصے کو پی جانے والے اور ناپسندیدہ باتوں کو برداشت کرنے والے ہوں گے۔ (احسن البیان)

اللہ رب العالمین ہمیں ان آیتوں کا مصداق بنا دے، برائی کو بھلائی سے ٹالنے، صبر وتحمل اور عفو ودرگذر سے کام لینے والا بنا دے۔

مولانا اسعد اعظمی/بنارس

صلہ رحمی

کوئی انسان اس دنیا کے اندر تنہا نہیں رہتا اور نہ رہ سکتا ہے، بلکہ ہر فرد مختلف کاموں میں مختلف قسم کے لوگوں سے جڑا رہتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے، یعنی ایک دوسرے سے ربط ضبط اور تعلق بنائے رہنا اس کی فطرت میں داخل ہے۔

جن لوگوں کے ساتھ انسان کے تعلقات ہوتے ہیں ان میں سے بعض سے تعلق عارضی اور وقتی ہوتا ہے یا ضرورت کے تحت وہ تعلق قائم ہوتا اور منقطع ہوتا رہتا ہے، اور بعض لوگوں سے انسان کا تعلق دائمی اور مستقل ہوتا ہے، اس میں آدمی کے خویش واقارب اور رشتے ناطے کے لوگ ہوتے ہیں چاہے ان کا تعلق نانیہال کی طرف سے ہو یا ددیہال کی طرف سے۔ ان سے تعلقات بنائے رکھنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی لغزشوں کو نظر انداز کر کے رشتہ کے تقاضوں کو پورا کرتے رہنا شرعی مطلوب بھی ہے اور انسانی وسماجی ضرورت بھی۔ رشتوں میں تلخیاں پیدا ہونا اور تعلقات میں کشیدگی کا در آنا کوئی بہت زیادہ تعجب یا عیب کی بات نہیں۔ البتہ یہ اس صورت میں عیب وملامت کی بات ہو جاتی ہے جب تلخیوں میں تسلسل ہو اور محبت ومودت کی جگہ نفرت وعداوت لینے لگیں اور آدمی اپنے ہی خویش واقارب کو اپنا حریف یا دشمن گردانے لگے۔ ان سے رابطہ منقطع کر لے اور ان کے ساتھ اجنبیوں بلکہ مخالفوں اور دشمنوں جیسا برتاؤ کرنے لگے۔ ایسا کرنا نہ تو شرعی اعتبار سے درست ہے، نہ ہی عقلی اعتبار سے اور نہ ہی سماجی اعتبار سے۔

صلہ رحمی کا حکم قرآن میں: قرآن کریم میں رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کا بار بار حکم دیا گیا ہے، رشتہ داروں سے تعلقات استوار رکھنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور رشتوں میں دراڑ پیدا کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِيْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ..﴾ (البقرة:۸۳)

[اور یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (بھی اچھا برتاؤ کرنا)]

گویا سابقہ قوموں کو بھی صلہ رحمی اور رشتہ داری کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس امت کو بھی اسی بات کا مکلف بنایا گیا ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِيْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ (البقرة:۱۷۷)

[ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں، بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے]

اس آیت میں صراحت کے ساتھ رشتہ داروں کو مال سے نوازنے کا تذکرہ ہے، جو صلہ رحمی کے وسائل واسالیب میں سے ایک اہم اسلوب اور ذریعہ ہے۔

اور قرآن میں دو مقامات پر ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ﴾ (الاسراء:۲۶) اور ﴿فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ﴾ (الروم:۳۸) کہہ کر یہ اشارہ دیا ہے کہ قرابت داروں کو جو کچھ دیا جائے گا یہ ان کا حق ہے۔ اور حق کی ادائیگی ضروری ہے۔ اگر صاحب مال یہ حق ادا نہ کرے گا تو عنداللہ مجرم ہوگا۔

صلہ رحمی کرنے والوں اور قرابت داروں سے تعلقات بنائے رکھنے والوں کی تعریف اللہ نے اپنے کلام میں ان الفاظ میں کی ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الحِسَابِ﴾ (الرعد:۲۱)

[اور (عقلمند) وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا خوف رکھتے ہیں]

صلہ رحمی کا حکم احادیث نبویہ میں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے۔ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلائی (ہی) کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث کے یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ تینوں عمل-مہمان کی تکریم، صلہ رحمی اور زبان کی حفاظت-ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کا مظہر اور دلیل ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور عمر میں اضافہ کیا

جائے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری ومسلم)

صلہ رحمی پر آخرت میں جو اجر وثواب ملے گا وہ الگ ہے۔ اس سے قبل دنیا میں صلہ رحمی کرنے والے کو یہ دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک روزی میں اضافہ اور برکت، دوسرے عمر میں اضافہ اور برکت۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رشتے داری عرش سے چمٹی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو مجھے ملائے اللہ اسے ملائے اور جو مجھے کاٹے اللہ اسے کاٹے۔'' (بخاری ومسلم)

یہ حدیث واضح طور پر یہ بتلاتی ہے کہ صلہ رحمی اللہ کے الطاف وعنایات کے حصول کا ذریعہ اور سبب ہے اور اس کے برعکس قطع رحمی، یعنی رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی سے انکار اور ان سے تعلق برقرار رکھنے سے اعراض اللہ کی ناراضگی اور اس کے غیظ وغضب کا باعث ہے۔

تعلقات بگاڑ رکھنے کی ممانعت:

سورہ نساء کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِیْ تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ﴾ (النساء:۱)

[اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو]

رشتے ناطے توڑنا فاسقوں کی علامت بتائی گئی ہے۔ ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلاَّ الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ﴾ (البقرۃ:۲۷)

[اور اس (مثال) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ صرف فاسقوں ہی کو گمراہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹتے ہیں۔]

ایک دوسری آیت میں ایسے لوگوں پر لعنت کی اور ان کے برے انجام کی خبر دی گئی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ (الرعد:۲۵)

[اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لیے لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے۔]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، یہاں تک کہ جب ان کو پیدا کرکے فارغ ہوا تو رحم (یعنی رشتہ) نے کھڑے ہو کر کہا: یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تجھ سے پناہ مانگے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے (تعلق) جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع (تعلق) کرلوں جو تجھے قطع کرے (توڑے) رشتے (رحم) نے کہا کیوں نہیں (ایسا ہی ہونا چاہیے۔) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس یہ تیرے لیے ہے (یعنی ایسا ہی ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو (اس کی تائید میں یہ آیات قرآنی) پڑھ لو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾ (محمد:۲۲-۲۳)

''تو یقیناً قریب ہے کہ جب تم کو اقتدار ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رحموں (رشتوں) کو کاٹو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور انہیں بہرا اور اندھا کردیا'' (بخاری ومسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا، جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹ دوں گا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ'' (بخاری ومسلم)

قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ تمام آیات واحادیث اس گناہ کبیرہ سے لوگوں کو تنبیہ کرتی ہیں اور ڈراتی ہیں تاکہ لوگ اس سے بچیں اور ان برے انجاموں سے اپنے آپ کو بچائیں۔

بغض وعداوت اور حسد وجلن سے منع فرماتے ہوئے اور ایک دوسرے سے ترک تعلق کی حدود بیان کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو، آپس میں تعلق منقطع نہ کرو۔ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے (کسی مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑے رکھے۔'' (بخاری ومسلم)

ابوداود کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ''جو شخص تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھے گا اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو وہ جہنم میں جائے گا'' (ابوداود-صحیح)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلق منقطع رکھے۔ دونوں کا آمنا سامنا ہو تو یہ اس سے اور وہ اس سے منھ پھیر لے۔ اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے'' (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ:

''.....جب تین دن گزر جائیں تو چاہیے کہ اس سے ملاقات کرے اور اسے سلام کرے، اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں ثواب میں شریک ہو گئے۔ اور اگر اس نے (کشیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے) سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے نکل گیا (بچ گیا۔)'' (ابوداود-حسن)

یہ تو عام مسلمان کے ساتھ تعلق کی نوعیت کا بیان ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق اس پر مزید ہیں، اس لیے ان کے ساتھ حسن سلوک کا خاص خیال رکھنے اور ان سے ترک تعلق سے پرہیز کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔

دو مسلمانوں کے درمیان پنپنے والے بغض وعناد کی قباحت وشناعت کا اندازہ لگانے کے لیے رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث پر غور کیجیے جس میں آپ نے فرمایا:

''سوموار اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، سوائے اس آدمی کے جس کے اور اس کے (کسی مسلمان) بھائی کے درمیان دشمنی ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دی جائے یہاں تک کہ صلح کر لیں۔ ان دونوں کو صلح کرنے تک مہلت دی جائے'' (مسلم)

تعلقات خراب رکھنے کی ایک دلیل اور اس کی حقیقت: عام طور سے آدمی یہ کرتا ہے کہ جو رشتہ دار حسن سلوک اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں ان سے وہ بھی تعلق بنائے رہتا ہے اور رشتہ کو خوشگوار قائم رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی قرابت دار کا رویہ اور سلوک اچھا نہیں ہے اور وہ بد سلوکی کرنے اور تعلق بگاڑنے پر آمادہ ہے تو یہ شخص بھی ایسا ہی کرتا ہے یعنی اس سے تعلق خراب کر لیتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ جب وہ خود ایسا کرنے پر تلا ہوا ہے تو اس میں میرا کیا قصور۔

شریعت اس طرح کی سوچ کو درست نہیں مانتی، بلکہ وہ اسے صلہ رحمی کے تقاضوں کے خلاف قرار دیتی ہے اور اسے احسان کے بدلے احسان اور برائی کے بدلے برائی شمار کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:'' لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا''(بخاری)

''وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا (رشتوں کو جوڑے رکھنے والا) نہیں جو (کسی رشتے دار کے ساتھ) احسان کے بدلے احسان کرتا ہے، بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جس سے قطع رحمی (بدسلوکی وغیرہ) کی جائے تو صلہ رحمی (حسن سلوک) کرے۔''

اچھے سلوک کے مقابلے میں اچھا سلوک اور برے سلوک کے مقابلے میں برا سلوک، انسان اس کو بھلے درست سمجھے مگر یہ ایک سطحی سوچ ہے۔ وقار اور اعلی ظرفی کا تقاضا یہ ہے اور یہی شرعی مطلوب بھی ہے کہ بد سلوکی کا جواب صبر وتحمل، عفو ودرگذر اور حسن سلوک سے دیا جائے۔ ترک تعلق کی کوششوں کے مقابلے تعلق برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اسے جذبات اور انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ اور ایسا کرنا حقیقت میں دل پر شاق گذرتا ہے مگر اسی میں بھلائی ہے اور یہی حقیقی صلہ رحمی ہے جس پر بندہ ڈھیر سارے اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

عفو ودرگذر کا صلہ:

اس کو سمجھنے کے لیے صحیح مسلم میں مذکور ایک واقعہ پر غور کریں جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتے دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں (ان کو جوڑے رکھتا ہوں) مگر وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان سے تحمل اور بردباری سے پیش آتا ہوں وہ میرے ساتھ نادانی سے پیش آتے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہہ رہا ہے تو گویا ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ برابر اللہ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا جب تک تیرا رویہ یہی رہے گا۔'' (مسلم)

مطلب یہ کہ جس طرح گرم راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ان قطع رحمی کرنے والوں کو گناہ ملے گا اور ان کے ساتھ اس احسان کرنے والے کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

اس روایت میں یہ عظیم خوشخبری ہے صبر وتحمل کرنے والوں اور بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دینے والوں کے لیے کہ وہ اللہ کی نظر میں نہایت معزز ومحترم ہیں، انہیں اللہ کی مدد حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کی کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جس کے راوی بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا، گالی دی، اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے (اور حضرت ابوبکر کی خاموشی اور صبر وتحمل پر) تعجب کر رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ جب وہ آدمی زیادہ اول فول بکنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دے دیا (تمام باتوں کا نہیں) اللہ کے رسول ﷺ ناراض ہو گئے اور اٹھ کر چل پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے بڑھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا اور آپ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ اور جب میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دے دیا تو آپ ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ گئے! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

مولانا ابوالحسن فیضی، مدھیہ پردیش

مولانا عبیدالرحمٰن وفا صدیقی صاحب رحمہ اللہ کا مختصر سوانح

محترم جناب عبیدالرحمٰن وفا صدیقی صاحب رحمہ اللہ سابق ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش ایک مخلص اہل حدیث، ایک باکمال صاحب قلم اور اچھے شاعر و ادیب تھے۔ آپ کے مختلف انجمنوں اور ادبی اور سماجی اداروں اور سیاسی میدانوں میں بھی اپنی صلاحیت صرف کرتے نظر آتے تھے۔ ہر میدان اور سماج کے لوگوں سے تعلق رکھتے تھے اور اچھے کاموں میں ان کے ہمنوا اور معاون بنتے رہتے تھے، بھوپال میں آپ نے اپنا ایک نام اور کام چھوڑا ہے۔ بعضے دعوتی اور ادبی مجالس میں مجھے ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ میری آمد کی مناسبت سے یہ مجالس سجائی گئیں اور بزم آرائی ہوئی جس سے آپ کی شخصیت کی مقناطیسیت ظاہر ہوئی اور اس کے حلقہ اثر کا اندازہ قریب سے ہوا۔

جماعتی سطح پر بھی آپ کے آثار و نقوش خصوصاً بھوپال کی اہل حدیث مسجد آپ کے لئے اور آپ کے رفقاء کار کے لئے صدقہ جاریہ رہیں گے۔ اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اندر آپ کے تنظیمی تگ ودو کا بھی ایک زمانہ تھا جسے آپ اپنے طور پر بطور بہتر بہرہ ور کرتے تھے۔ مجھے جماعتی، ذاتی اور گھریلو معاملات میں بھی یاد کر لیا کرتے تھے جس سے ان کی اپنائیت، تعلق خاطر اور عقیدت کا پتہ چلتا تھا۔ بندۂ عاجز بھی ان کا قدرداں ہے اور ان کے لئے دعا گو و خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام فروگذاشتوں کو معاف فرما دیجیو اور اب وہ تیرے حوالے ہیں ان پر رحمتوں اور انعامات کی بارش برسائیو! کہ اول و آخر سہارا اور سارا کا سارا تیرا ہی کرم و احسان ہے۔ ''اللهم لا تحرمنا أجره و لا تفتنا بعده''.

مولانا ابوالحسن فیضی صاحب وفقہ اللہ نے ان کی پیرانہ سالی اور معذوری کے ایام میں ان کے قلمی و تحریری کاموں میں بطور املا اور تسوید و تبییض ان کا ساتھ دیا اور پس از مرگ بھی ان پر مختصر سہی زیر نظر مضمون لکھا ہے۔ امید کہ ان کی خدمات کو وہ تحریری و تفصیلی شکل میں مرتب و محرر فرمائیں گے۔ شکریہ۔ (اصغر)

عبیدالرحمٰن وفا صدیقی رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش ۲۰/جنوری ۱۹۳۲ء ہے اور اسکولی سند کے اعتبار ۲۰/۶/۱۹۳۶ء مقام پیدائش اکبرآباد آگرہ ہے۔

ان کی ابتدائی تعلیم مدرسہ محمدیہ باڑی میں شروع ہوئی، جہاں انہوں نے بتدریج تعلیمی مراحل طے کیے۔ اردو فارسی کے ساتھ ہندی انگریزی حساب جغرافیہ میں استعداد حاصل کی، بعد ازاں ان کے والد صاحب طب یونانی کے لیے طبیہ کالج دہلی پہنچا رہے تھے لیکن اسی درمیان ملک آزاد ہو کر تقسیم ہو گیا، فرقہ وارانہ فسادات کا پورے ملک میں سلسلہ شروع ہو گیا، ایسا قیامت خیز فساد ہوا کہ تمام دینی ادارے اور مدرسے برباد ہو گئے جس کی وجہ سے ان کا تعلیمی سلسلہ ختم ہو گیا۔ فساد کی زد میں آکر لٹ پٹ جانے کے بعد ان کا خاندان بھوپال ہجرت کر کے آ گیا اب تو بس فکر معاش اور اقتصادی حالت سدھارنے کی فکر تھی، پھر بھی انہوں نے دن بھر محنت و مزدوری کرنے کے بعد رات میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا، مسجد ابراہیم پورہ بھوپال میں حضرت مولانا خلیل عرب صاحب نے ایک شبینہ مدرسہ قائم کیا تھا جس میں عربی و احادیث کی تعلیم دی جاتی تھی جہاں ان کے والد بھی درس دیتے تھے۔ اس میں انہوں نے تعلیم شروع کی۔ علاوہ ازیں جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحان ادیب کامل اور اورینٹل کالج کے امتحان منشی فاضل آنرز ان اردو سیفیہ کالج بھوپال سے انٹرمیڈیٹ کی اسناد حاصل کی۔

قابل قدر اساتذہ کا ذکر: باڑی مدرسہ محمدیہ کے اساتذہ میں ماسٹر محمد شفیع صاحب جو انگریزی ہندی اردو فارسی کے مدرس تھے۔ مولانا عبدالمجید دینا گری (پنجاب) صدر مدرس تھے اور گوالیار میں ان کے استاد مولانا عبدالرحیم قریشی تھے، اور بھوپال میں ان کے استاد پروفیسر جہاں قدر چغتائی سیفیہ کالج، مولانا یوسف علی، مولانا قاضی وجد الحسینی (قاضی شہر بھوپال) علامہ محوی صدیقی لکھنوی وغیرہ تھے۔ ان حضرات سے ادبیات و عصری تعلیم حاصل کی تھی، وفا صدیقی صاحب کے والد محترم مولانا ابوبکر صدیق کا شمار بھی قابل قدر اساتذہ میں ہوتا ہے وہ والد ہونے کے ساتھ ان کے استاد بھی تھے۔

ان کی والدہ ام حبیبہ بھی عالمہ کی سند حاصل کر چکی تھی، باڑی میں اپنے گھر پر ایک مکتب بھی قائم کیا تھا جس میں محلّہ کی لڑکیاں پڑھنے آتی تھیں۔ ان کی اہلیہ فاطمہ بیگم ان کی والدہ کی شاگردہ تھیں۔ ان کی والدہ کی منشا پر فاطمہ بیگم سے ان کی شادی کی گئی تھی۔ سن ۱۹۷۴ء میں انہوں نے والدہ کے ساتھ ادائیگی حج کا فریضہ بھی انجام دیا تھا۔ ان کی والدہ پختہ اہل حدیث تھیں اور ان کے والد شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے عقیدت مندوں میں تھے۔ دونوں کا مسائل پر آپس میں بہت مباحثہ چلتا

رہتا تھا جس کی تفصیل بہت طویل ہوجائے گی اندازہ ہے کہ ہزار داستان بن جائے۔

قابل قدر خدمات کا ذکر: وفا صدیقی صاحب سیاسی سماجی رفاہی تنظیموں اور کاروباری مصروفیات کے باوجود جماعتی امور اور خدمات کے لئے کچھ وقت دیتے رہتے تھے، تقریباً پینتیس سالوں سے جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے عہدہ نظامت پر فائز رہے۔ اور بیس سالوں تک مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ کا رکن رہے اور پندرہ سالوں تک مرکزی جمعیت کا رکن عاملہ رہے۔ اور پانچ سالوں تک مرکزی جمعیت کے عہدۂ نائب ناظم تنظیم کی سے شامل رہے۔

ان کے جملہ تصنیفی خدمات اشعار کی شکل میں موجود ہیں، جو شائع ہو چکے ہیں اور جو عوام میں اور اہل علم وادب میں بہت ہی مقبول ہیں۔ جس پر ان کو متعدد ایوارڈ سے نوازا گیا ہے اور اردو اکیڈمی بھوپال کی جانب سے بھی ان کو زبردست اعزازات سے نوازا گیا ہے۔

وفا صدیقی صاحب دور طفولیت سے ہی شعری وادبی مجلسوں میں شریک رہے، شاعری ان کی فطرت میں شامل تھی۔ باڑی، گوالیار، بھوپال کی شعری وادبی مجلسوں میں شریک رہنے کی وجہ سے بھوپال میں شعر وادب کا اچھا خاصہ ماحول بن گیا تھا۔ کیونکہ شہر بھوپال کو عرف عام میں شہر غزل کہا جاتا ہے۔ وفا صدیقی کو اچھی پذیرائی ملی۔ مقبولیت کا یہ عالم رہا کہ نہ صرف بھوپال بلکہ انڈو پاک مشاعروں میں بھی بلایا جانے لگا۔ ریڈیو ٹی وی پروگرام بھی ان کو ملتے رہے۔ جمعیت کے اجلاسوں میں بھی وہ اپنا کلام سناتے رہے۔ ان کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا مجموعۂ کلام سن ۱۹۶۲ء میں ''تار پیرہن'' شائع ہوا، دوسرا مجموعہ سن ۱۹۹۵ء میں ''نقش وفا'' شائع ہوا۔ اور تیسرا کتابچہ ''سارے جہاں سے اچھا'' شائع ہوا۔ جس میں قومی وملی ادباء کی آراء وتبصرے شامل ہیں۔ اور چوتھا مجموعۂ کلام نقش تابندہ سن ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ جس میں اقبال مسعود اور ضیاء فاروقی جیسے صحافی اور جید چوٹی کے اردو داں حضرات کے تاثرات موجود ہیں۔

سیاسی جماعتوں میں بھی شامل رہے مگر کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے، وقت برباد کیا۔ مستند سیاسی پارٹی کا ٹکٹ لے کر اسمبلی کا الیکشن بھی لڑے۔ مگر ناکام رہے، رفاہی خدمات تو چاہے جماعتی طور پر ہو یا سیاسی طور پر ہو ان کی فطرت میں شامل رہی۔ بھوپال کے کئی ادارے ہیں جن میں ذمہ دارانہ خدمات پیش کرتے رہے۔ مثلاً مسلم ویلفیئر سوسائٹی جس کے مہتمم منشی حسین خان انڈسٹریل (آئی بی ٹی) جس میں تقریباً ہر شعبہ صنعت وحرفت کے تقریباً ٹریڈ گورنمنٹ آف انڈیا سے منظور شدہ ہیں۔ ہر سال تقریباً چار پانچ سو ٹریز کامیاب ہوکر برسرروزگار ہوجاتے ہیں۔ اس کے وہ بنیادی رکن اور جوائنٹ سکریٹری رہے۔ اس طرح پوری زندگی خدمت خلق میں گزار دی جس کی تفصیل بہت طویل ہوجائے گی۔ طوالت کے ڈر سے اس شعر پر اختتام کرتا ہوں۔

سننے والے کو ہو جب گراں داستاں
چھوڑ دو پھر وہیں، ہو جہاں داستاں

قابل قدر تلامذہ کا ذکر: وفا صدیقی صاحب نہ تو کسی مدرسہ یا اسکول کے ٹیچر رہے نہ مدرس رہے۔ لیکن شبینہ کلاسس جو جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات ادیب ماہر ادیب کامل کے تھے ان میں اپنی خدمات صرف کرتے رہے۔ بیسیوں طالب علموں کو تیاری کرائی اور وہ سب کے سب کامیاب ہوکر برسرروزگار ہوئے۔

وفا صدیقی نے اپنی کتاب ''نقش تابندہ'' جو سن ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۶۶ پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو مبارکباد پیش کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند شعبہ احصائیات کی جانب سے ایک سوال نامہ بنام تراجم اہل حدیث کا تعارف جاری کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ مرکزی جمعیت کا نہایت اہم اور مستحسن قدم ہے۔ جو علمائے اہل حدیث کی سوانح حیات پر ایک تازہ دستاویز ہوگا جو ان کی علمی تدریسی تبلیغی تالیفی سیاسی سماجی خدمات اور کارکردگیوں اور قربانیوں کا آئینہ دار ہوگا۔ جس کے لئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند صد مبارکباد ہے۔ آپ کے اہم کارناموں میں مسجد اہل حدیث بھوپال ہے اس کی سنگ بنیاد سن ۱۹۸۵ء میں رکھی گئی تھی۔ یہ سب کچھ عبید الرحمٰن وفا صدیقی کی پے ہم صعوبتوں، کوششوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے۔ جو وفا صدیقی کی خلوص وللّٰہیت کی یاد کو تازہ کرتی رہے گی۔ اور یہ مسجد ان کے لئے بروز قیامت صدقہ جاریہ بنے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کے جملہ خدمات کو شرف قبولیت عطا فرما کر سیئات کو حسنات سے مبدل فرما کر آخرت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	36/-
چمن اسلام اول	30/-
چمن اسلام دوم	36/-
چمن اسلام سوم	40/-
چمن اسلام چہارم	40/-
چمن اسلام پنجم	50/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	232/-

رپورٹ: ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی، کنوینر سمپوزیم

عظیم الشان قومی سمپوزیم کا انعقاد

بعنوان: ''جدوجہد آزادی میں اسلاف کی قربانیاں ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لیے رول ماڈل''

مہتم بالشان تقریب پرچم کشائی کا اہتمام

بمناسبت ۸۰/واں یوم آزادی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے زیر انتظام وانصرام

ملک وملت اور جماعت کے مشاہیر علماء کرام، اساتذہ مدارس وعصری جامعات اوردانشوران کے گراں قدر خطابات ☆جدوجہد آزادی کے حوالے سے اسلاف کرام کے ایثاروقربانی کا تذکار، نعمت آزادی کے تقاضوں کی تکمیل اور اس کے تحفظ کو یقینی بنانے اور نئی نسل کو آزادی کی تاریخ سے روشناس کرانے پر زور، ملک میں روایتی رواداری، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، اتحاد ویگانگت اورقومی یکجہتی وخیر سگالی کے قیام کی تلقین۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام ۸۰/واں یوم آزادی کی مناسبت سے ۱۵/اگست ۲۰۲۶ کو بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا نئی دہلی کی وسیع وعریض جامع مسجد میں جدوجہد آزادی میں اسلاف کی قربانیاں ملک وملت کی تعمیر و ترقی کے لیے رول ماڈل کے عنوان پر عظیم الشان قومی سمپوزیم کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں مرکزی عنوان کے تحت مختلف ذیلی موضوعات پر ملک وملت اور جماعت کے مشاہیر علماء کرام، اساتذہ مدارس وعصری جامعات اوردانشوران کے گراں قدر خطابات ہوئے، قیمتی مقالے اور تاثرات پیش کیے گئے۔اس سمپوزیم میں خطبہ صدارت پیش کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے فرمایا کہ وطن عزیز کا ہر خاص وعام جانتا ہے کہ کتنی قربانیوں اورکس طرح کے خونچکاں حالات اور پرآشوب دور سے گزر کر، خون جگر جلا کر، گردن کٹا کر، مصیبتیں جھیل کراور دار ورسن کے منازل طے کر کے صبح آزادی نصیب ہوئی ہے جس کا ادنیٰ احساس کرتے ہی دل دہلتا ہے اور آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ہمیں اپنے اسلاف کی روشن تاریخ سے نئی نسل کو آگاہ کرنا ضروری ہے تا کہ وہ جدوجہد آزادی اورتعمیر ملک ملت کے حوالے سے اپنے اسلاف کی قربانیوں کو جان سکیں۔نعمت آزادی کی قدر کریں اوراس عظیم امانت کی حفاظت کریں۔

انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا آزادی سب سے بڑی نعمت ہے اورسب سے بڑی دولت بھی، اس کے بغیر ایک انسان کچھ بھی نہیں ہے۔لیکن یادرکھیں کہ آزادی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کے پاس لاٹھی ہے تواسے جہاں چاہیں ، جیسے چاہیں گھماتے پھریں گے، بلکہ آپ کی لاٹھی سامنے والے کی ناک تک پہنچنے سے پہلے ہی آپ کی آزادی کوختم کردیتی ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ پدرم سلطان بود اس لئے نہیں کہا جاتا کہ ہم فخرکریں بلکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں۔ جب ان کے مابین کوئی تفریق پیدا کرنے اورکسی طرح کی مذہبی، جغرافیائی اورلسانی اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتا تو کوئی سرسید کی طرح کھڑا ہوجاتا کہ کیوں بٹ رہے ہو۔ بھارت ایک خوبصورت دلہن ہے اورتمہاری کھینچا تانی میں اگراس کی انتہائی خوبصورت آنکھیں متاثر ہوتی ہیں تو یہ دلہن بھینگی اور کانی ہوجائے گی۔ یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے ہندومسلم، سکھ عیسائی اتحاداور بھائی بھائی کے نعرے کوعملی جامہ پہنایااورنفرت کے ہر فتنے کومٹایا تب آزادی کی صبح نصیب ہوئی۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ جب تک ہم یہ نہیں جانیں گے کہ ہمارے اسلاف نے کن لوگوں کے خلاف جنگ لڑی اورآزادی حاصل کی تب تک ہم ٹکراؤ اورتقسیم کی ذلت سے نہیں بچ پائیں گے۔بنگال سے کون لوگ اٹھے تھے، فرائضی تحریک کہاں

سے اٹھی اور کہاں پہنچی، یہ سب ہمارے نوجوانوں اور بچے بچے کو جاننے کی ضرورت ہے۔خاص طور پر تحریک شہیدین کو یاد رکھنا ہوگا۔مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول آج اگر ایک فرشتہ آسمان کی بلندیوں سے اتر آئے اور دہلی کے قطب مینار پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کردے سوراج ۲۴ گھنٹے کے اندر مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے دستبردار ہوجائے تو میں سوراج سے دستبردار ہوجاوں گا مگر ہندو مسلم اتحاد سے دستبردار نہیں ہوں گا۔کیوں کہ اگر سوراج کے ملنے میں تاخیر ہوئی تو یہ صرف ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن اگر ہمارا اتحاد جاتا رہا تو یہ پوری عالم انسانیت کا نقصان ہوگا۔یاد رکھیں کہ ہمارے عظیم لیڈر گاندھی جی جو تقسیم کے سخت مخالف تھے، بعد میں تقسیم کیلئے تیار ہوگئے لیکن مولانا ابوالکلام آزاد آخری وقت تک اس کیلئے تیار نہیں تھے۔

مولانا سلفی نے کہا کہ آزادی ہمارے اسلاف کی دی ہوئی امانت ہے۔یہ ایک نعمت ہے جس کی قدر دانی اور جو آئین ہمارے اسلاف نے ہمیں دیا ہے اس کی پاسداری اور اپنے حصے کی ذمہ داری نبھانے کی ضرورت ہے اور خدمت ملک وملت اور انسانیت ہی آزادی کا صلہ اور اسلاف کی قربانیوں کی قدر دانی ہے۔اپنے ملک سے وفاداری ہمارا دین سکھاتا ہے، اس لئے ہمیں اپنے ملک کے امن وامان کی بقا اور تعمیر وترقی کیلئے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آزادی کے لیے یہ ساری قربانیاں اور دعائیں وفکر مندیاں ملک کی تعمیر وترقی کے لیے اسوہ، نمونہ اور رول ماڈل ہے۔

امیر محترم نے اپنے خطاب میں زور دے کر کہا کہ وطن سے محبت فطری ہے اور اسلام اور اس کی روشن تعلیمات نے وطن سے محبت کو بے حد اہمیت دی ہے جسے آپ نے آیات واحادیث، عربی اشعار اور مقولوں کے ذریعہ واضح کیا۔آپ نے اس موقع پر تمام دیش واسیوں کو یوم آزادی کی مبارکباد دی اور علماء کرام، دانشوران عظام، حاضرین اور میڈیا اہلکاروں کا بطور خاص شکریہ ادا کیا۔

افتتاحی خطاب کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے امیر محترم کی مساعی جمیلہ کا خوبصورت انداز میں ذکر کیا اور کہا کہ وطن عزیز بے شمار قربانیوں کے بعد آزاد ہوا۔جدوجہد آزادی میں حصہ لینے والوں کو یاد کرنا ہمارے بیدار ہونے کی دلیل ہے۔انہوں نے کہا کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علماء اہلحدیث آزادی کی تحریک چلانے میں پیش پیش تھے۔علماء نے ہی عوام کے اندر جدوجہد آزادی کی شمع جلائی۔انہوں نے کہا کہ حوصلہ شکنی کے لیے انگریزوں نے علماء کی تصانیف اور ان کی لائبریوں کو نذر آتش کردیا۔آپ نے امیر محترم کی بہترین قیادت میں جمعیت کی شاندار خدمات کا بھی ذکر کیا۔

ازیں قبل ناظم اجلاس ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے تمام مقررین وشرکاء کا بصمیم قلب مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور اس کے ذمہ داران کی طرف سے استقبال کیا اور جدوجہد آزادی کے مختلف مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے مجاہدین آزادی کی جدوجہد کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج کا یہ عظیم الشان سمپوزیم کا تھیم یہی ہے کہ ملک وملت کی تعمیر وترقی کیلئے اسلاف کی قربانیوں کو رول ماڈل مانتے ہوئے اپنے حصہ کی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔

سمپوزیم میں مولانا صلاح الدین مقبول مدنی، سرپرست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے جدوجہد آزادی میں علماء اہل حدیث کا کردار کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اسلاف کی قربانیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا اور بطور خاص علماء اہل حدیث، علماء صادق پور، تحریک شہیدین، فرائضی تحریک اور اہل مدارس کی قربانیوں کا ذکر فرمایا۔مولانا نے سمپوزیم کے انعقاد کو مبارک اقدام بتایا اور نعمت آزادی کی قدر کرنے کی تلقین کی۔

پدم شری پروفیسر اختر الواسع، پروفیسر ایمیریٹس جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے اپنے تاثراتی کلمات میں ذمہ داران جمعیت خصوصا امیر جماعت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح کے موضوع پر سمپوزیم کا انعقاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ علمائے صادق پور کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔جن مدرسوں کو دہشت گردی کا اڈہ کہا جارہا ہے یہ وہی مدرسے ہیں جنہوں نے انگریزوں سے ملک کو آزادی دلانے کے لیے جدوجہد کی۔انہوں نے کہا کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ علماء کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ملک کو آزاد کرانے کے ساتھ مذہب کا تحفظ بھی کیا۔پروفیسر موصوف بیماری اور کمزوری کے باوجود موضوع ومکان سے دلچسپی اور محبت کی وجہ سے اس حالت میں بھی سمپوزیم میں حاضر ہوئے۔اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے۔آمین

مولانا عبدالاحد مدنی استاذ المعہد العالی للتخصص فی الداسات الاسلامیہ نے ”تحریک شہیدین: جد و جہد آزادی کا نقش اولین“ کے موضوع پر مغز خطاب کیا اور تحریک شہیدین پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

فیروز احمد ایڈوکیٹ صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے صدر نے اپنے تاثرات میں سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم کی ستائش کی اور کہا کہ آزادی کو برقرار رکھنے کے طریقہ کار پر غور کرنا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ مدارس ملک کو آزادی دلانے اور تعلیم کے فروغ میں اہم رول رہا ہے۔اسے بھلانا نہیں چاہیے۔آزادی قابل قدر نعمت ہے جس کا تحفظ ضروری ہے۔

مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی صدر شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، دہلی نے سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ ۱۸۵۷ یا اس سے پہلے کی تحریک آزادی پر غور کیا جائے تو ایک بات جونکھر کر سامنے آتی ہے یہ تحریک کسی خاص طبقے یا مذہب کی تحریک نہیں تھی بلکہ یہ ہندو مسلم اتحاد کی تحریک تھی۔اور سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ دیش کو ہر صورت میں انگریزوں سے آزاد کرائیں گے۔

مولانا رضوان رفیقی اسسٹنٹ سکریٹری جماعت اسلامی ہند نے اپنے تاثراتی کلمات میں کہا کہ ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم لوگ جنگ آزادی کے اصل ہیروؤں کو یاد کررہے ہیں۔ انہوں نے سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے ذمہ داران کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آزادی ہمارے اسلاف کی جدوجہد سے عبارت ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلاف کے ان کارناموں کو نئی نسل کے سامنے سادہ اسلوب میں پیش کیا جائے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے شعبہ اردو کے پروفیسر ندیم احمد نے سمپوزیم کے انعقاد پر امیر جمعیت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کی اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے اپنے موضوع ''نعمت آزادی اور اس کے تقاضے'' پر پرمغز گفتگو کی اور آزادی کا صحیح مفہوم واضح کیا اور آزادی کے کیا کیا تقاضے ہیں اس پر بھرپور روشنی ڈالی اور کہا کہ آزادی کی قدر کریں۔

مولانا اظہر مدنی ڈائریکٹر اقراء انٹرنیشنل اسکول، جیت پور، نئی دہلی نے جدوجہد آزادی میں علماء صادق پور کی قربانیاں'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کئی تاریخی کتابوں کے حوالے سے کہا کہ آزادی کی تحریک میں علماء اہل حدیث پیش پیش رہے ہیں۔ خاص طور سے ملک کو آزادی دلانے میں علماء صادق پور کا بہت اہم اور ناقابل فراموش کردار رہا ہے۔ جس سے نئی نسل کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے اور آزادی کے تقاضے، قانون کی پاسداری اور ملک کے ساتھ وفاداری کو پورا کرنا چاہیے۔

مولانا عبدالغنی مدنی استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ نے ''تحریک آزادی میں مدارس اسلامیہ کا کردار'' کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے کے بعد لوگوں کے اندر ملک کو آزادی دلانے کے تئیں ایک ولولہ انگیز پیغام پہنچا اور پورے ہندوستان کے عوام انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے کمربستہ ہوگئے۔

ایڈوکیٹ رئیس احمد ممبر ایڈوکیٹ پینل حکومت دہلی نے ''انسانی زندگی میں امن وقانون کی پاسداری'' کے عنوان پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان بہت پر امن اور امن پسند ہیں۔ ہندوستان کے علماء مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ملک میں حالات کو خراب ہونے نہیں دیا۔

ڈاکٹر جنید حارث استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی نے ''قومی یکجہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کا فروغ وقت کی بڑی ضرورت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے جمعیت اہلحدیث ہند کو کتاب وسنت کی امین قرار دیا اور کہا کہ جمعیت و جماعت سے وابستہ افراد فرقہ واریت کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ انہوں نے اتنے اہم موضوع پر سمپوزیم کرانے پر مرکزی جمعیت کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے اسلاف نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی بقا کے لیے لڑائی لڑی۔ ہمارا خواب اکھنڈ بھارت کا ہے۔

پروفیسر مظہر علی سلفی استاذ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی نے ''آزادی کا تحفظ- خوشحالی اور پرامن بقائے باہمی کا ضامن'' کے موضوع پر اظہار خیال کیا اور انہوں نے اتنے اہم موضوع پر سمپوزیم کے انعقاد پر امیر جماعت کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ حقیقی آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے حقوق سے آگاہ ہو اور دوسرے کے حقوق کا بھی خیال رکھے۔خوشحالی اور پرامن بقاء باہمی آزادی کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس لئے اس کی قدر کرنی چاہیے۔

حافظ شکیل احمد میرٹھی، سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے سمپوزیم کے انعقاد پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کو مبارکباد پیش کیا اور تاریخی واقعات کی روشنی میں جنگ آزاد میں اہل حدیث علماء کے نمایاں کردار کا تذکرہ کیا اور آزادی کی امانت کا پاس ولحاظ رکھنے کی تاکید کی۔

حافظ محمد یوسف، نائب ناظم مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے متحد ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمیں یہیں مرنا اور جینا ہے۔آج پھر ضرورت ہے کہ کوئی ابوالکلام آزاد پیدا ہو اور ہماری رہنمائی کرے اور ہمیں ذہنی غلامی سے آزاد کرائے۔

مولانا محمد مستقیم سلفی سابق پرنسپل المعہد العالی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں پر ملک سے بے وفائی کے الزام کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اندر وطن سے محبت کا جذبہ فطری طور پر موجود ہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت سمپوزیم کے انعقاد پر مبارکباد کی مستحق ہے۔

اس سمپوزیم کا آغاز حافظ ارمغان کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔اس میں دہلی واطراف کے ائمہ ومتولیان، اساتذہ وطلبا مدارس وعصری جامعات،صحافی حضرات کے علاوہ عوام وخواص نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور دیگر بہت سے اصحاب قلم اور معززین کے خطابات وتاثرات کے لیے وقت تنگ ہونے پر معذرت کے ساتھ سب کا شکریہ ادا کیا گیا اور ملک وملت، انسانیت اور آزادی اور اس کے شہیدوں، غازیوں اور مجاہدوں کے لیے دعاؤں کے ساتھ مجلس کے بحسن وخوبی اختتام اور مسک الختام کا اعلان کیا گیا۔الحمدللہ اولاً وآخراً۔

واضح رہے کہ اسی روز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا میں چل رہے اعلیٰ تعلیمی وتحقیقی ادارہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ میں صبح ۹ بجے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کے ہاتھوں پرچم کشائی کا اہتمام ہوا اور آپ نے اس موقع پر یوم آزادی کی مناسبت سے معہد کے اساتذہ وطلبا، ذمہ داران وکارکنان جمعیت اور دیگر حاضرین کے سامنے پرمغز خطاب فرمایا اور پورے دیش باسیوں اور پیارے اہل وطن کو مبارکباد دی۔

جماعتی خبریں

رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب کو صدمہ: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ رکن شوری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب کے برادر معظم جناب شفاء اللہ صاحب ریٹائرڈ مدرس جامعہ رحمانیہ بنارس کی اہلیہ محترمہ کا آج بتاریخ 23/اگست 2026ء بوقت شام تقریباً سات بجے انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک، خلیق وملنسار اور پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں اور مشہور ومعروف قاری جناب عبدالحمید صاحب مدرس جامعہ سلفیہ بنارس کی بڑی بہو تھیں اور ایک خاتون خانہ کی حیثیت سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے ساتھ بھرے پرے بڑے خاندان کی دیکھ ریکھ میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی تھیں۔ میرا ذاتی طور پر استاد گرامی قاری صاحب مرحوم ومغفورلہ کے تمام فرزندان سے بے حد انس ومحبت اور قربت کا معاملہ رہا اور عزیز مکرم مولانا کلیم اللہ سلفی صاحب سے دیرینہ صحبت ومعاصرت اور اخوت کی وجہ سے بھائی شفاء اللہ صاحب کو بڑے بھائی کی حیثیت سے جانا اور پہچانا اور برتا۔ آج ان کا غم واندوہ میں مبتلا ہونا اپنے لیے ذاتی طور پر بھی سوہان روح ہے۔ نماز جنازہ اور تدفین کل بتاریخ 24/اگست 2026 دوپہر 2:30 بجے رہٹی، ترلوچن، جون پور، یوپی میں ہوگی۔ پس ماندگان میں ان کے رفیق حیات جناب شفاء اللہ صاحب، چار بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مؤقر رکن شوری معروف بزرگ عالم دین مولانا عبدالرحمن بن شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ مبارک پوری صاحب کے بڑے فرزند ارجمند اور مدرسہ احیاء السنہ بجرڈیہہ بنارس کے سابق استاد مولانا زہیر عبدالرحمن مدنی صاحب کا انتقال پُرملال:

یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مؤقر رکن شوری معروف بزرگ عالم دین مولانا عبدالرحمٰن بن شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ مبارک پوری صاحب کے بڑے فرزند ارجمند، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی صاحب کے بھتیجے اور مدرسہ احیاء السنہ بجرڈیہہ بنارس اور مشہور دینی دانشگاہ جامعہ ابو ہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج آباد یوپی کے سابق استاد مولانا زہیر عبدالرحمٰن مدنی صاحب کا گزشتہ شب تقریبا دس بجے طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 65/سال بنارس میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا زہیر عبدالرحمٰن مدنی صاحب نہایت خلیق وملنسار، ذہین ومحنتی، کامیاب مدرس اور معروف علمی خانوادے کے چشم وچراغ تھے۔ آپ نے تعلیم وتربیت جامعہ رحمانیہ بنارس پھر جامعہ سلفیہ بنارس سے حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بی اے اور المعہد العالی للمساجد مکہ مکرمہ سے ایم اے کیا۔ اس کے بعد دارالثقافہ جدہ سے منسلک ہوکر عملی زندگی کا آغاز کیا۔ وہاں سے وطن مالوف لوٹنے کے بعد مدرسہ خدیجۃ الکبری جھنڈا نگر نیپال پھر جامعہ ابو ہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دی۔ بعد ازاں مدرسہ احیاء السنہ بنارس میں سرکاری مدرس ہوگئے اور 2022 میں ریٹائرمنٹ کے بعد بنارس ہی میں اقامت اختیار کر لی۔ آپ ایک اچھے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر خطاط اور صاحب ذوق شاعر بھی تھے اور طالب تخلص رکھتے تھے۔ شوگر کے مریض تھے لیکن گزشتہ ایک سال سے اس مرض میں شدت آگئی تھی۔ خاندان کے دیگر افراد کی طرح مولانا زہیر عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ناچیز سے بڑی محبت کرتے تھے اور بڑی اپنائیت سے پیش آتے تھے۔ چند ماہ پہلے وہ اچانک شدید طور پر بیمار ہوگئے، چنانچہ ان کو بجرڈیہہ ہاسپٹل میں داخل کرایا گیا تھا۔ وہاں ان کی عیادت ومزاج پرسی کا موقع ملا۔ کیا پتہ تھا کہ اتنی عجلت میں وہ ہم سے جدا ہوجائیں گے۔ مکہ سے لے کر جدہ وغیرہ میں ان کے یہاں بارہا قیام رہتا تھا۔ وہ میزبانی نہیں کچھ زیادہ مہربانی کرتے تھے۔ ان کے والد گرامی علامہ شیخ عبدالرحمٰن الرحمانی حفظہ اللہ کو تعزیت پیش کرتے ہوئے جب یہ کہا کہ یہ صدمۂ جانکاہ آپ کے لئے کس قدر اندوہناک ہے، اس کا کسی کو کیا پتہ۔ مگر تسلی کی بات یہ ہے کہ مرحوم فرزند کے لیے والد کی دعائے مغفرت ورحمت ان کی نجات کا باعث ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ جس سے ان کو بڑی تسلی ہوئی اور دل سے دعا دی۔

پسماندگان میں والد ماجد مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب، بھائی مولانا ازہر عبدالرحمٰن مدنی، اہلیہ، دو عالم فاضل صاحب زادے عزیزم معاذ مدنی، محمد سلفی اور دو عالمہ فاضلہ صاحبزادیاں ہیں۔ ان کے جنازہ کی نماز بتاریخ 3/ستمبر 2026ء بعد نماز عصر (4:30 بجے شام) آبائی مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی کے سدوہی قبرستان میں ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان ومتعلقین خصوصاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب اور ڈاکٹر عبدالعزیز مدنی صاحب کو صبر وسلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جمعیۃ الشبان المسلمین بجرڈیہہ کے صدر معروف وموثر جماعتی وسماجی اور رفاہی شخصیت جناب محمد عارف صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال پُرملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جمعیۃ الشبان المسلمین بجرڈیہہ بنارس کے صدر معروف وموثر جماعتی وسماجی اور رفاہی شخصیت جناب محمد عارف صاحب کی اہلیہ محترمہ کا گزشتہ کل بتاریخ 9/ستمبر 2026ء بوقت بارہ بجے دن طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 50 سال سیون میڈ ہاسپٹل بنارس میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک، خلیق وملنسار اور پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں۔ ان کے شوہر جناب محمد عارف صاحب بجرڈیہہ بنارس میں سماجی، رفاہی، تعلیمی اور اصلاحی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں جس میں مرحومہ کا بھی اہم رول ہے۔ انہوں نے ان

حوالوں سے اپنے مرحوم والد ماجد الحاج محمد قاسم صاحب جو اپنی دینی و جماعتی غیرت اور سماجی و رفاہی خدمات کی وجہ سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، سے بہت کچھ سیکھا ہے اور اپنے چچا زاد بھائی معروف عالم دین مولانا محمد جنید مکی صاحب کے تعلیمی و رفاہی کاموں کی انجام دہی میں بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ میرا ذاتی طور پر بھی بنارس کے زمانہ طالبعلمی و معلّمی سے ہی اس شریف و معزز خانوادے سے کافی گہرا تعلق ہے اس لیے مجھے ان کے سانحہ انتقال پر ذاتی طور پر بھی بہت غم و افسوس ہے۔ ان کے بیٹے بنارس کے سفر میں عزیزم عبداللہ سعود بجرڈیہہ سلمہ کے ساتھ اپنائیت سے معیت کا حق ادا کرتے رہے جوان کی بہترین تربیت کا نتیجہ ہے اور جو مرحومہ کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔ ان شاءاللہ

نماز جنازہ اور تدفین بتاریخ 10 / ستمبر 2026 بروز بدھ صبح دس بجے دیو پوکھری قبرستان، بجرڈیہہ، بنارس، میں ہوئی۔ پس ماندگان میں ان کے رفیق حیات جناب محمد عارف صاحب، تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ جن میں سے منجھلی بیٹی گردے کی مریضہ ہیں اور ڈائلیسس پر ہیں۔ شفاھا اللہ کاملا و عاجلا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے, پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم و دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

ماہ ربیع الاول ۱۴۴۸ھ کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی: ۱۳/ اگست ۲۰۲۶ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/ صفر ۱۴۴۸ھ مطابق ۱۳/ اگست ۲۰۲۶ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ ربیع الاول کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے مگر کہیں سے بھی رؤیت ہلال ماہ ربیع الاول کی مصدقہ و مستند خبر موصول نہیں ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ کل بروز جمعہ ماہ صفر کی ۳۰ ویں تاریخ ہوگی۔ ان شاءاللہ

نیپال کے تباہ کن سیلاب پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا غم وافسوس کا اظہار

نئی دہلی: ۲۸/ اگست ۲۰۲۶: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے نیپال اور تبت سرحد پر بدھ کی صبح آنے والے شدید اور تباہ کن سیلاب سے ہونے والی بڑے پیمانے پر جانی و مالی تباہی پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے اور مہلوکین کے ورثاء سے اظہار تعزیت، متاثرین سے اظہار ہمدردی اور زخمیوں کی جلد صحت یابی کیلئے دعا کی ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ قدرتی آفات یاد دلاتی ہیں کہ انسان نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی میدان میں چاہے کتنی ہی پیش رفت کیوں نہ کر لی ہو، قدرت کے فیصلوں اور اس کے نظام کے آگے انسانی وجود، اس کی تمام تر تدبیریں اور مادی وسائل بالکل بے بس اور لاچار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ دردناک مناظر انسان کی عاجزی اور باری تعالی کی مطلق قدرت کا احساس دلاتے ہیں۔ نیز اس بات سے خبردار کرتے ہیں کہ ترقی کے نام پر مظاہرِ قدرت سے چھیڑ چھاڑ بڑی تباہیوں کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ پریس ریلیز میں اس موقع پر وطن عزیز کے مختلف علاقوں خصوصاً نیپال سے متصل بعض اضلاع میں سیلاب کی صورتحال پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ لوگوں کو انسانی و امکانی حدتک آفات سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مکہ مکرمہ پر حوثیوں کے پھر دہشت گردانہ حملہ کی ناکام کوشش قابل شدید مذمت: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: ۱۷/ ستمبر ۲۰۲۶ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اخبار کے نام جاری ایک بیان میں مسلمانان عالم کے دلوں کی دھڑکن، بلد امین مکہ مکرمہ پر حوثیوں کے پھر ناکام دہشت گردانہ حملے کی پرزور مذمت کی ہے اور اسے نہایت بزدلانہ و بدبختانہ عمل اور دین وایمان، شریعت، انسانیت اور بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ جس کا مرتکب حوثی ٹولہ مسلسل ہو رہا ہے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ حوثیوں کی اس دہشت گردانہ اور ناپاک حملے نے اس کے تمام تر جھوٹے مزاعم کی پول کھول دی ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے حامی ہیں، کیونکہ سعودی عرب کے مختلف شہروں اور شہریوں کو بار بار نشانہ بنانے کے ساتھ وقفہ وقفہ سے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور مقدس مقامات کو نشانہ بنانا، اس پر حملہ کرنا اور کسی بھی طرح سے اس کے امن سے کھلواڑ کرنا اسلام انسانیت اور ہر طرح کے قانون مخالف عناصر کا ہی کام ہوسکتا ہے۔

امیر محترم نے اپنے بیان میں کہا کہ سعودی حکومت خصوصاً اس کے فرمانرواں شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان آل سعود حفظہما اللہ ورعاہما کی فعال، ذمہ دار اور مضبوط قیادت میں بلاد حرمین شریفین مکمل طور پر محفوظ ہے۔ اور وہ پورے طور پر اہل ہے کہ اس کی طرف اٹھنے والے ہر فتنہ اور ہر حملہ کو پوری دینی بصیرت، ایمانی جرأت اور عسکری قوت کے ذریعہ ناکام بنادے۔ حوثی ملیشیا کی طرف سے بھیجے گئے مخالف ڈرون کو مکہ مکرمہ کے حدود میں داخل ہونے سے پہلے ہی ناکام بنادینا اس کا بین ثبوت ہے۔ جس کے لئے وہ مبارکباد کی مستحق ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ مسلمانان عالم بلاد حرمین شریفین سے دلی محبت اور والہانہ عقیدت کو اپنے ایمان کا جزء سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف ہر سازش اور فتنہ کی سرکوبی کی پرزور تائید کرتے ہیں۔

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006

PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80

REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25

Licenced to Post Without Pre-payment in LPC, Delhi RMS Delhi-110006

Under U (C) - 277/2023-25

September 1-15-2026

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

دینی مدارس وجامعات اور اسکولز اور کالجز کے طلبہ کے لیے ★ ملکی سطح پر عظیم الشان مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں حصہ لینے ★ اور ہزاروں روپئے کے گراں قدر نقد ودیگر انعامات حاصل کرنے کا

سنہرا موقع

بائیسواں کل ہند

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ
1-2/نومبر 2026ء
مطابق: ۲۰-۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ
اتوار، سوموار
بوقت:
۸ بجے صبح تا ۹ بجے شب

بمقام
اہل حدیث کمپلیکس
D-254، ابوالفضل انکلیو
جامعہ نگر اوکھلا
نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
27/اکتوبر 2026ء

مقابلے کے زمرے

- اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- چہارم: حفظ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ یکم/نومبر ۲۰۲۶ء بروز اتوار بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔

اغراض ومقاصد:

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ہزاروں روپے کے نقد انعامات ☆ حوصلہ افزائی کے لیے متعدد ومختلف النوع انعامات ☆ ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

شرائط شرکت مسابقہ:

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جاسکتی ہے، اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پُر کرنا ضروری ہے ❷ زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم کے لیے ۲۵ سال سے عمر زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر ۲۵ سال مقرر ہے۔ ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے زیریں زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلّم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ❾ اصول تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کر رہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

اہم وضاحت:

☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم کے امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

ایک ادارہ سے مسابقہ کے ہر چھ زمرے میں صرف ایک ایک طالب علم ہی شریک ہوسکتے ہیں۔

نصاب تجوید: ☆ زمرہ اول (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، وقواعد تفخیم وترقیق، قواعد مد اور صفات لازمہ) ☆ زمرہ دوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق اور قواعد مد) ☆ زمرہ سوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن) ☆ زمرہ چہارم (مخارج حروف) ☆ زمرہ پنجم ناظرہ (مخارج حروف، حدر کے انداز میں سننا (مخارج کے سوال نہ ہوں گے)

آمد ورفت کے اخراجات بذمہ امیدوار ہوں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہوگا۔

مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے اور جریدہ ترجمان کے آئندہ شماروں سے بھی کاپی کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

مسابقۂ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶

فون: 011-43259001، موبائل 9213172981, 8744033926

الداعی

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.

Editor. Md Khurshid Alam